رجسٹرڈ نمبر ایل ۳۲۲۳

علمی، ادبی، اقتصادی، تاریخی، سیاسی، اردو عربی

ماہنامہ

قائد

مراد آباد

مدیر مسئول

سید محی الدین اختر اسلام

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا حکیم) انظار احمد فیل خانہ مراد آباد

قائد التحریر

سید محمد میاں

سالانہ سفید کاغذ گلیز عہ، سفید کاغذ رف عہ

ششماہی " عہ " ۱۲ر

فی پرچہ ۳ر

نمونہ مفت

برقی پریس سے چھپا کمپنی مراد آباد

قواعد وضوابط رسالہ

تاریخ القائد ۱۳۵۷ھ

جمعیۃ خجستہ بنیاد ۱۳۵۷ھ

(۱) رسالہ کا نیا سال محرم سے شروع ہوتا ہے اور قمری ماہ کی ۷ تاریخ تک رسالہ تیار ہو جاتا ہے۔ ۱۰ کو ڈاک خانہ میں پہنچا دیا جاتا ہے۔

(۲) اندرون ہند قمری ماہ کی ۱۵ تک رسالہ نہ پہنچے تو فوراً مطلع فرمایا جائے۔

(۳) قمری ماہ کی ۲۵ تاریخ کے بعد رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت ہو گی تو رسالہ قیمت سے بھیجا جائیگا۔

(۴) پتہ صاف اور خوشخط تحریر فرمایا جائے۔ اگر انگریزی کے پتہ کی ضرورت ہو تو اس سے بھی مطلع فرمایا جائے

(۵) خط وکتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیں۔

(۶) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے۔ ورنہ دفتر جواب کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

(۷) مہذب اشتہارات شائع کئے جا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ نصف اجرت پیشگی ادا فرمائی جائے۔

(۸) مہذب اور مستند مضامین شائع کئے جا سکتے ہیں مگر مسلک کے مخالف مضامین پر سنجیدہ تبصرہ بھی کیا جائیگا

(۹) چندہ سالانہ بذریعہ منی آرڈر آنا چاہئے۔

(۱۰) ترسیل زر بنام مولانا حکیم انتظار احمد صاحب مدیر انتظامی رسالہ قائد مراد آباد ہونی چاہئے۔

(۱۱) ایجنسی کی شرائط خط وکتابت سے طے کی جائیں۔

سُنئے جب تک مسلمانوں میں اگلی سی روح پیدا نہ ہو گی وہ اپنی کھوئی ہوئی متاع حاصل نہیں کر سکتے۔ قائد مسلمانوں میں وہی اقتدار بخش روح پھونکنا چاہتا ہے جس کے سبب دنیا پر مسلمان چھا گئے تھے۔ اس لئے قائد کی اشاعت کو لاکھوں کی تعداد تک پہنچانا ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے قائد کی توسیع اشاعت کے لئے ہر ماہ جدوجہد کرے کیا ہر خریدار اپنے احباب اور زیر اثر حضرات سے چند الفاظ جن کا قائد مستحق ہے نہیں کہہ سکتا۔ اور اس طرح ایک دو نئے خریدار بنا دینا کوئی بہت بڑا کام ہے۔ جناب کی صرف اتنی سی قربانی سے آج ہی قائد کی اشاعت دوگنی اور چوگنی ہو سکتی ہے اور یہ سلسلہ چلتے چلتے صرف ایک سال میں ایک لاکھ خریدار بنا سکتا ہے ہم اگر ۵۰ روپیہ ماہانہ کا ایجنٹ ملازم رکھیں تو ہرگز ہرگز یہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ اسلئے کہ رسالہ کے خریدار حضرات قائد کے مفید اور روح افزا مضامین پڑھ چکے ہیں اُنکے چند جملے اور ایجنٹ کی طویل تقریر برابر نہیں ہو سکتی۔ ہمیں جناب کی ذات سے قوی امید ہے کہ مذکورہ تجویز پر آج ہی سے عمل فرمائیں گے (مدیر)

علمی موتیوں کی بکھیر!

خاص الخاص رعایت

ذیل میں چند کتابوں کے نام درج ہیں۔ ان کے علاوہ ہر علم وفن کی اردو فارسی عربی کتابیں کتبخانہ فخریہ امروہہ گیٹ مراد آباد سے طلب کریں پوری کفایت کے ساتھ فرمائش ارسال کی جائے گی۔ عنایت فرما کر پتہ صاف تحریر فرمائیں۔ اگر ڈھائی سیر سے زیادہ مال منگانا ہے تو اپنے ہاں کے اسٹیشن کا نام بھی درج کریں اس میں کفایت ہوگی

نام کتب	[illegible]	[illegible]	نام کتب	[illegible]	[illegible]	نام کتب	[illegible]	[illegible]
تفسیر بیان القرآن (از حکیم الامۃ			تذکرۃ الاولیا	عگـ/۸ر	عـہ/۱۲ار	فتاوی اشرفیہ	۹ر	ہمر
مولانا اشرف علی صاحب	عـہ	وعـہ	حیات المسلمین	۱۲ار	۹ر	فتاوی محمدی	۱۰ار	۸ر
اوجز المسالک شرح موطا امام مالک	وعـہ/۱۲ار	وعـہ	خیر المجالس کامل	صہ	للعـہ	فیصلہ مقدمہ بہاولپور	عـہ	۱۲ار
اکسیر اعظم	وعـہ	لعـہ	درس التاریخ الاسلامی مکمل ۵ حصہ	عگـ/۱۱ار	عگـ	فلسفہ تعلیم الاسلام	ے	عگـ/۴ر
الفاروق (عمدہ کاغذ)	ے	عگـ/۴ر	رسول کریم (مع اضافہ مولانا			فیض الستار ترجمہ کتاب الآثار	عگـ/۴ر	عـہ/۱۲ار
” (معمولی کاغذ)	عـہ/۸ر	عـہ/۲ر	حفظ الرحمن صاحب	عـہ	۱۳ار	قدوری عربی	عـہ/۸ر	عـہ/۱۲ار
الاسلام (از مولانا شبیر احمد صاحب)	۵ر	۳ر	سوانح حیات ابوذر غفاریؓ	عـہ	۱۰ار	قصص الانبیا کلاں	عگـ	عـہ/۸ر
العقل والنقل ”	۱۰ار	۸ر	سائنس جدید اور اسلام			مفید الوارثین	عـہ/۴ر	ہمر
اعمال قرآنی مکمل	۵ر	۳ر	(از مولانا اشرف علی صاحب)	عگـ	عـہ/۸ر	نشر الطیب	عـہ/۸ر	عـہ/۱۲ار
اشرف الجواب	عـہ/۸ر	عـہ/۲ر	شرح سلم ملا حسن	عـہ/۸ر	عـہ/۲ر	نبراس شرح عقائد نسفی	ے	صہ
بیضاوی شریف تا درس	عگـ/۴ر	عـہ/۱۲ار	غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در مختار ۱ حصہ	سیـعـہ	ےـہ	وعظ سکھانے والی	عگـ	عـہ/۸ر
بہشتی زیور مدلل کامل عمدہ کاغذ	ے	للعـہ	غیاث اللغات	للعـہ/۸ر	ےـہ/۴ر	تعلیمی ہند (از حضرت		
بہشتی زیور غیر مدلل مجلد	عگـ	عـہ/۴ر	فتاوی عالمگیری (عربی)	وعـہ/۴ر	عـہ	شیخ الہند مولانا حسین احمد صاحب	۱۲ار	۸ر
تاریخ الاندلس	عگـ	عـہ	” (اردو)	وعـہ	عـہ	وعظ بے نظیر	۱۲ار	۹ر
ترجمہ احیاء العلوم (مذاق العارفین)	وعـہ	سیـعـہ	فتاوی مولانا عبد الحی صاحب	للعـہ/۸ر	ےـہ/۴ر			
تاریخ الاسلام مطبوعہ تاج کمپنی	صہ	للعـہ	فتاوی رشیدیہ	عگـ/۴ر	عـہ/۱۲ار			

معجز نما ترجمہ اور تفسیر

جس کو دورِ حاضر کے علماء نے بالاتفاق بہتر اور سب سے زیادہ عام فہم قرار دیا ہے

سیدنا شیخ الہند اول حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہٗ اسیر مالٹا کا ترجمہ ہے جسکے حاشیہ پر سورہ بقر سورۂ نساء کی تفسیر حضرت موصوف کی جانب سے اور باقی تمام قرآن پاک کی تفسیر حضرت علامہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند کی تحریر فرمودہ ہے جو اپنی سلاست، سہولت، دلچسپی اور استناد میں تمام مروجہ تفاسیر سے بہتر مانی گئی ہے۔ جسکو مدینہ پریس نے بار بار طبع کرایا اور ہاتھوں ہاتھ ہدیہ ہوگیا اس مرتبہ عکسی بلاک کے ذریعہ نہایت آب و تاب سے طبع کرایا ہے

صرف ایک قرآن شریف خرید کر ——— آپ تین فائدے حاصل کیجئے

(۱) تلاوت کے لئے بہترین قرآن جو نہایت صاف، دیدہ زیب، نظر فریب ہے۔

(۲) ترجمہ تحت اللفظ مطالعہ کرتے رہیئے اور عربی الفاظ کے نہایت عام فہم اور مستند معنی معلوم کرتے رہیئے

(۳) حاشیہ پر تفسیر ملاحظہ فرمائیے اور عام فہم تفسیروں سے بے نیاز ہو جائیے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن پاک بیش بہا دولت ہے اگر آپ اپنے پاس رکھیں تو بیش بہا خزانہ ہے۔ لخت جگر کو جہیز میں دیں تو بہترین انعام ہے۔ کسی دوست کو ہدیہ دیں تو بہترین تحفہ ہے۔

رعائتی ہدیہ ۲۰ ربیع الاول تک مجلد للعہ غیر مجلد للعہ علاوہ محصول ڈاک۔

شمائل شریف عکسی مترجم

مذکورہ بالا ترجمہ اور حواشی اور مذکورہ بالا خوبیوں کے ساتھ ساتھ شمائل شریف بھی طبع کرائی گئی ہے۔ رعائتی ہدیہ ۲۰ ربیع الاول تک مجلد قسم اول للعہ قسم دوم سے محصول ڈاک ہدیہ کے علاوہ ہوگا جس کی تفصیل یہ ہے ؛۔ قرآن شریف مجلد عہ غیر مجلد عہ شمائل شریف عہ غیر مجلد ۱۲ر

شمائل شریف مترجم مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

عکسی ہفت رنگ دیدہ زیب طلائی نقش و نگار صحیح ترین جسکی زیارت سے آنکھوں میں نور دلوں میں سرور پیدا ہو رہا ہے یہ صحیح ترین قابل ہدیہ شمائل معنوی محاسن اور ظاہری خوبیوں کی حامل ہے جسکی نظیر گزشتہ صدیوں میں چشم فلک نے نہیں دیکھی۔ ہدیہ کپڑے کی جلد عہ ۔ عہ چمڑے کی جلد ۱۰ عہ چمڑے کی جلد عہ مجلد ارکنارے سنہری مبلغ عہ

عکسی قرآن شریف مطبوعہ انجمن حمایت اسلام لاہور

یہ قرآن شریف اگرچہ غیر مترجم ہے۔ مگر اپنی نظیر صرف آپ ہی ہے۔ فوٹو لیتھو پریس کے ذریعہ اسکو طبع کرایا گیا ہے خط نہایت پاکیزہ کاغذ بہتر اور اعلیٰ تقطیع نہایت موزوں حاشیہ پر خوبصورت بیل۔ جلد نہایت خوبصورت۔ ہدیہ قسم خاص عہ ۔ قسم اول عہ ۔ قسم دوم ۳ر

پانچ ترجموں والا بےنظیر قرآن شریف

جسکو سلطان العلوم والی دکن حضور نظام حیدرآباد نے اپنی تلاوت کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ سائز کلاں، خط، طباعت اور کاغذ نہایت اعلیٰ جلد مضبوط اور خوبصورت ہدیہ مجلد چرمی عہ رعائتی للعہ

تفسیر بیان القرآن

حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب کی مشہور تفسیر ہے اصل ہدیہ عہ رعائتی عہ علاوہ محصول ڈاک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرح چندہ
سالانہ عہ
ششماہی ۱۲ار

ممالک غیر سے
سالانہ
۲ شلنگ

ماہنامہ قائد مرادآباد

ترسیل زر کا پتہ:- (مولانا حکیم انتظار احمد صاحب مدیر انتظامی فیلخانہ مرادآباد

جلد ۲ بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ نمبر ۵

زعیم الشرق مفکر جلیل
علامہ غازی حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کا
ارشاد گرامی

"قائد" کے متعدد نمبر دیکھ چکا ہوں۔ اس کے اراکین ادارہ سے ذاتی وقفیت رکھتا ہوں۔ یہ ایک ترقی کرنے والی جماعت کا ارگن ہے میں اپنے مشورے اس جماعت کو دیتا رہوں گا اور ممکن ہے یہ میرے خیالات کا آرگن بنجائے۔ میں اپنے دوستوں کو اسکی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ عبید اللہ سندھی الدیوبندی

۳۰ مئی ۳۹ء

فہرست مضامین

ضروری اطلاع

تمام خریدار قائد نوٹ فرمالیں کہ نئے رجسٹر خریداری کی تیاری کے سبب نمبر خریداری میں کہیں کہیں تبدیلی ہوگئی ہے۔ لہذا موجودہ نمبر خریداری کے حوالہ سے خط و کتابت کیجائے جو ہنہ کی ہر خریدار کے پتہ کی چٹ پر درج ہے۔ اور اپنا پتہ۔ نام صاف حروف میں تحریر فرمایا کریں۔ (مدیر)

شذرات

مرکزیہ جمعیۃ علماء ہند اور جمعیۃ علماء صوبہ آگرہ کے جلسے ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۳۶ء۔ تاریخ مراد آباد میں ایک عجیب دن تھا۔ جب کہ مجاہد جلیل کا ورود مسعود ہوا جس نے اس سرزمین میں ۳۰ سال پیشتر ۱۳۲۶ھ میں جمعیۃ الانصار کا عظیم الشان جلسہ کیا تھا۔ جو اُس زمانہ میں سیاسیات کے متعلق سب سے بڑا اجتماع تھا۔ جس پر انڈین نیشنل کانگرس نے بھی رشک کیا تھا۔

اُس کے بعد گورنمنٹ کے لطف و کرم نے اُس فراہم شدہ شیرازہ کو منتشر کر دیا۔ سیدنا شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہٗ۔ حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہوی۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائے پوری جیسے اکابر کا سالہا سال کا قومی اندوختہ تاخت و تاراج کر دیا۔

۶ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ کی صبح کو پنجاب میل سے علامہ سندھی اسٹیشن مراد آباد پر رونق افروز ہوئے اگرچہ اس وقت جلوس کا انتظام نہیں تھا۔ تاہم بہت کافی تعداد مشتاقان زیارت کی اسٹیشن پر پہنچ گئی تھی۔ تلواروں سے مسلح ۵۰ سرخپوشوں کا دستہ گیٹ پر دو رویہ صف باندھے کھڑا تھا۔ حضرت سندھی گیٹ پر پہنچے تو رضاکار صاحبان نے سلامی دی۔ پریڈ کے مخصوص اشارات کے بموجب تلواروں کو دونوں طرف سے بلند کر کے اُن کی نوکیں ملالیں۔ اب تقریباً ۵ اگز لانبا راستہ تلواروں کے سایہ میں تھا جس پر حضرت سندھی خشوع اور انکسار کے ساتھ سر جھکائے ہوئے خاموشی سے گذر رہے تھے۔ یہ منظر نہایت عجیب تھا۔ جو دیکھنے والوں نے نہایت حیرت اور دلچسپی سے دیکھا۔

اس وقت جلوس کا انتظام نہیں کیا گیا تھا۔ صرف مسلح اور باوردی رضاکاروں کے دستوں نے شہر میں گشت کیا۔

جلسہ جمعہ بعد جامع مسجد میں جلسہ ہوا۔ جس میں جمعیۃ علماء مراد آباد۔ رسالہ قائد اور جمعیہ طلبا مدرسہ شاہی کی جانب سے ایڈریس پیش کئے گئے۔ حضرت سندھی نے نہایت کمزوری اور شدید گرمی کے باوجود ہر ایک ایڈریس کا جواب علیحدہ علیحدہ دیا۔ حضرت سندھی کے بعد حضرت حضرت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند نے ایک فصیح و بلیغ تقریر فرمائی۔

جلوس عصر کی نماز کے بعد جامع مسجد سے حضرت سندھی کا جلوس روانہ ہوا۔ جلوس اپنے انداز میں بالکل نرالا تھا۔ اور چشم مراد آباد نے آجتک نہیں دیکھا تھا۔

سب سے آگے جمعیۃ الانصار کے سبز پوش باوردی رضاکاروں کا دستہ تھا۔ اس کے پیچھے جمعیۃ القریش۔ اور پھر انجمن اعانت المسلمین اور پھر احرار اسلام وغیرہ وغیرہ جماعتوں کے دستے تھے۔ سب سے آخر میں طلبہ مدرسہ شاہی کا سرخپوش دستہ تھا۔ جو برہنہ تلواروں سے مسلح تھا۔ اور حضرت سندھی کی گاڑی کے گرداگرد خوبی سے حلقہ کئے ہوئے تھے۔ جو فاصلہ اُن کے لئے مقرر کر دیا گیا تھا، اول سے آخر تک بدستور باقی رہا۔ اور بازاروں کا بڑے سے بڑا ہجوم اس میں خلل نہ پیدا کر سکا۔

گاڑی کے پیچھے معززین شہر اور عام باشندگان شہر کا بہت بڑا ہجوم چل رہا تھا۔

مغرب کے قریب جلوس ٹاؤن ہال پر ختم کیا گیا۔ پھر عشاء بعد جمعیۃ علماء صوبہ آگرہ کا عام اجلاس زیر صدارت مولانا محمد الفاروقی صاحب الہ آبادی شروع ہوا۔

اول روز اجتماع کم تھا۔ مگر اس کے بعد تین شب اتنا اجتماع رہا۔ جو مراد آباد کی تاریخ میں بے نظیر قرار دیا گیا۔ ٹاؤن ہال کا وسیع میدان کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اس کے باہر سڑکوں پر سیکڑوں آدمی کھڑے تھے۔

ان جلسوں کی تجاویز اخبارات میں شایع ہو چکی ہیں اُن کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ ہم صرف رسالہ قائد کا پیش کردہ ایڈریس ناظرین قائد کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت سندھی کا جواب درج کیا جائیگا۔

ایڈریس از رسالہ قائد

رسالہ قائد کے کارکن آج جس قدر مسرت محسوس کریں کم ہے۔

آج وہ اس مبارک محفل میں اس مخزن نور کو دیکھ رہے ہیں جس کی شعاعوں کا تقسیم کرنا رسالہ قائد کا نصب العین ہے۔

اسلام راہبانہ زندگی پیدا کرتا ہے یا ترقی پذیر مجاہدانہ حیات۔ وہ مجموعہ عبادات ہے یا ملوکیت پرور سیاست۔ یا ان سب سے بالا کوئی ایسا نظریہ اور لائحہ عمل ہے جو روحانی فلاح و ترقی کے ساتھ مادی عروج وارتقاء۔ اجتماعی وانفرادی راحت و رافت۔ اطمینان وسکون کا رہنما اور حامل ہے۔

الف ثانی کی دوسری صدی میں حجۃ الاسلام سیدنا ومولانا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ نے ان تمام سوالات کا جواب دیتے ہوئے روئے حقیقت کو بے نقاب کیا تھا۔ مگر اس کے بعد مسلمانوں کے روز افزوں تنزل۔ مسلم حکومت کے زوال اور انگریزی اقتدار کے سطوت وعروج نے اُس روئے بے نقاب پر خاک غلامی کا ایک نقاب ڈالکر بے حجاب ہوتے ہوئے اس کو محجوب کر دیا۔

بلاشبہہ جانشینان ولی اللہ قدس اللہ سرہٗ العزیز کی تیز نگاہیں اس تمام گرد وغبار کے باوجود اس

روئے بے حجاب کے خط و خال کا پورا پورا نظارہ کرتی رہیں۔ مگر گذشتہ ڈیڑھ صدی اس غلامستان پر ایسی گذری کہ ہر ایک مفکر و مدبر اور راستباز مسلمان کا وظیفۂ عمل یہ تھا

دلے پر گوہر اسرار دارم ولیکن بر زباں مسمار دارم

بالآخر احرار ملت کی آزاد فطرت نے تواریخ انقلاب کا مطالعہ شروع کیا۔ تلك الايام نداولها بين الناس کی لازوال سنت نے دزدیدہ نظروں سے معنی خیز اشارہ فرمایا۔ جذبات عمل مضطرب ہو کر صدائے لبیک بلند کرنے لگے۔ اور ولی اللہی نظام حکومت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آنے لگا۔

مگر افسوس طاغوتی حکومت کی فرعونیت نواز پالیسی۔ اس اضطراب کو اپنے لئے پیغام موت گردان رہی تھی۔ جابرانہ وستبدانہ قانون ان جذبات کو بغاوت قرار دے رہا تھا۔ چنانچہ کارکنان قائد جس کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کر رہے ہیں۔ اس غیر فطری قانون کا تختہ مشق بنا۔

للہ الحمد کہ وہ دور ختم ہوا اور دور حاضر کی قومی وزارت اختیارات کی حد بندی اور کمزوریوں کے باوجود قابل صد تحسین ہے کہ اس کی بدولت ہمیں موقعہ ملا کہ چشم محمود کے روشن تارے اور آفتاب ولی اللہی کے بدر منیر کی زیارت آج ہمیں نصیب ہوئی۔ پریس اور زبان کی آزادی نے کہنے اور لکھنے کا موقعہ دیا۔ اور وقت آگیا کہ ولی اللہی فلسفہ اجتماع حیات ملی کی اشاعت دنیا میں اسی طرح کی جائے جیسے کمیونزم۔ سوشلزم اور فاسیزم وغیرہ کی۔

بہی خواہان ملت کا فرض ہے کہ وہ رسالہ "قائد" کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کرائیں۔ کیونکہ یہ سب سے پہلا پرچہ ہے جس نے حکومت الٰہی اور فلسفہ ولی اللہی کی اشاعت اپنا نصب العین قرار دیا ہے اور الحمد للہ کہ اس سلسلہ میں وہ بڑی حد تک کامیاب رہا۔

آج جبکہ فلسفہ ولی اللہی کا بدر منیر سامنے ہے تو رسالہ "قائد" اور اس کے کارکنوں کا فرض ہے کہ صادق اور پر خلوص جذبات کے ساتھ اس بدر منیر کی خدمت میں ہدیہ تشکر و عقیدت پیش کریں۔ کیونکہ رسالہ اسی بدر منیر کا آئینہ دار اور اسی ماہ کامل کا ردنما ہے۔

بلاشبہ اس ظاہری شکر گذاری اور رسمی سپاسنامہ سے وہ اپنا فرض ادا نہیں کر رہے ہیں۔ مگر افسوس اظہار جذبات کے لیے ان کے پاس الفاظ بھی نہیں۔ لہٰذا انہیں ٹوٹے پھوٹے الفاظ کے ساتھ گذارش ہے

گر قبول افتد زہے عز و شرف

ہم ہیں کارکنان قائد:۔ (مولانا) فخر الدین (مولانا) عبد الحق (مدنی) (مولانا حکیم) انظار احمد مدیر انتظامی۔ سید محی الدین اختر اسلام۔ مدیر مسئول (دہلوی) قدرت اللہ مدیر اشتہارات۔

حضرت علامہ سندھی کا جواب اور "قائد" کی تحسین

اراکین ادارہ "قائد" کے سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوے۔ اپنی تقریر میں جو تعریف حضرت سندھی نے ارشاد فرمائی۔ وہ اراکین رسالہ کے وہم وخیال سے بہت بالا تھی۔ حضرت سندھی نے فرمایا:۔

میں نے سیدنا حجۃ الاسلام مولانا شاہ ولی اللہ کی تصانیف کا بہت زیادہ مطالعہ کیا ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ کو سات سال تک پڑھایا۔ دو مرتبہ سیدنا شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب سے پڑھا۔ میں سیاسیات کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کو امام تسلیم کرتا ہوں۔ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کو امام ولی اللہ کہتا اور سمجھتا ہوں۔ اسلام کے دوسرے ہزارہ میں شاہ ولی اللہ صاحب نے سیاست کے متعلق ایک امام یا ایک مجتہد کی خدمت انجام دی ہے۔

آج اقتصادی و سیاسی اعتبار سے جو مشکلات درپیش ہیں، حجۃ اللہ البالغہ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی دیگر تصانیف میں اُن کا حل موجود ہے۔

بالشویک اور ترکی حکومت کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ کچھ عرصہ پیشتر یہ خیال قائم کرلیا گیا تھا کہ اقتصادی اور سیاسی مشکلات کا حل اسلام چھوڑنے میں ہے۔

میں نے بالشویک اور ترکی مدبرین کے سامنے امام ولی اللہ کی سیاست پیش کی۔ ان لوگوں کو تعجب ہوا اور یہ اعتراف کیا کہ اگر ہمیں اس کا علم ہوتا تو یہی نظام بہت بہتر تھا۔

مگر ان حضرات کا ایک سوال یہ تھا کہ کتابوں میں تو بہت اچھی اچھی باتیں ہیں مگر عمل کہاں ہے؟ علامہ سندھی نے فرمایا میں ہندوستان واپس ہونے سے مایوس ہوچکا تھا۔ مگر جب میں نے دیکھا کہ امام ولی اللہ کا سیاسی فلسفہ اتنا اونچا ہے کہ دنیا اسکو پسند کرسکتی ہے تو خیال ہو کہ ہندوستان میں اسی کی اشاعت ضروری ہے۔ اسی نظریہ کی بنا پر مجھے ہندوستان کی واپسی کا شوق پیدا ہوا۔ مگر کچھ عرصہ پیشتر میں مکہ معظمہ میں رسالہ "قائد" کے چند نمبر پڑھے۔ مجھے بڑی مسرت ہوئی۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ ہندوستان واپس ہونے کا جو مقصود تھا وہ اس جماعت نے شروع کردیا ہے۔ جو ادارہ قائد کی کارکن ہے۔

علامہ سندھی کی فرمائش حضرت علامہ سندھی اپنی تقریر کے آخر میں فرمایا۔ میں تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ قائد کا مطالعہ ضروری تصور کریں۔ اور بغور اس کو پڑھا کریں۔

حضرت سندھی نے ایک شکایت فرمائی کہ مضامین ایک نمبر میں پورے نہیں کئے جاتے۔ پھر

خود ہی اس کی معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ "بظاہر ان کے پاس کاغذ کی کمی رہتی ہے۔ لہذا جملہ محبان ملت اور محبان وطن سے درخواست ہے کہ وہ قائد کی مشکلات حل کرنے میں جدوجہد فرمائیں اور اس کو اتنا مستغنی کر دیں کہ مضامین پورے پورے شائع کیا کرے۔

اہل مراد آباد سے خطاب بیرونی حضرات تک تو رسالہ کے متعلق حضرت سندھی کے ارشادات اب پہنچ رہے ہیں لیکن مراد آباد کے جن ہزاروں بزرگوں نے حضرت سندھی کے ارشادات سنے ہیں اُن سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اضافہ خریداران میں پوری جدوجہد صرف فرمائیں۔

خوش خبری کابل سے دو بزرگوں نے رسالہ کی امداد کے لئے مبلغ عـــہ روپیہ ارسال فرمائے ہیں۔ اگر اجازت ہوئی تو اُن کے نام بھی انشاء اللہ آئندہ شائع کر دیے جائیں گے۔

ادارہ قائد ان حضرات کی خدمت میں تہ دل سے شکریہ پیش کرتا ہے۔

شاہی کمپنی کیا ہے؟

آج اردو ادب۔ عربی علوم وفنون اور صحیح رسم الخط اور پوری صحت کا لحاظ کرتے ہوئے قرآن پاک کی اشاعت از بس ضروری سمجھی جاتی ہے۔ لیکن تجارت کے لئے بہت زیادہ سرمایہ کی ضرورت ہے۔ اور جن حضرات کے پاس سرمایہ ہے وہ اس طرف متوجہ نہیں۔

ان تمام حالات کا خیال کرتے ہوئے یہ کمپنی قائم کی گئی ہے۔ تاکہ ہمدردان ملت امراء اور غرباء کی شرکت سے اس خدمت کو انجام دیا جا سکے۔ ابتداء میں اس کمپنی کے دو ہزار حصے رکھے گئے تھے۔ فی حصہ مبلغ لـــے، صرف پچاس حصے باقی ہیں۔ آپ قواعد وضوابط کمپنی سے مفت منگا کر ملاحظہ فرمائیے اور حصے خریدیئے۔ محمد میاں عفی عنہ

گذارش قائد کے خریدار حضرات سے مودبانہ گذارش ہے "قائد" توسیع اشاعت جناب کی تھوڑی سی توجہ سے بہت زیادہ ہو سکتی ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں۔ خریدار پیدا کرنا۔ ایسے علم دوست حضرات کے پتے دفتر کو بھیجنا جن کے متعلق آپ کا گمان غالب ہو کہ وہ قائد کا نمونہ دیکھکر خریدار بن جائیں گے۔ اپنے شہر یا قصبے میں قائد کی ایجنسی قائم کرنا۔ تاجروں کو آمادہ کرنا کہ وہ اپنے کاروبار کے متعلق قائد میں اشتہار دیں۔ ان صورتوں میں سے جو ممکن ہو اس پر عمل کریں (مدیر)

تعلیمات فرقان صفات الٰہیہ

چوتھی صفت "ارادہ"

(از حضرت علامہ مولانا سید فخر الدین احمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ۔ مرادآباد

جو چاہتا ہے ۔۔ وہ ۔ کرتا ہے

فعال لما یرید۔ ج ۳۰ ع ۱۴ سورہ بروج	کر ڈالتا ہے جو چاہے
یفعل اللہ مایشاء۔ ج ۱۳ ع ۱۶ سورہ ابراہیم	کرتا ہے اللہ جو چاہے
و ربک یخلق مایشاء و یختار۔ ج ۲۰ ع ۶ سورہ قصص	تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور پسند کر لیتا ہے (جسکو چاہے)

اس کے ارادہ کو کوئی نہیں بدل سکتا

اذا اراد اللہ بقوم سوءً فلا مرد لہ	جب چاہے اللہ کسی قوم پر برائی (سزا) تو وہ نہیں
وما لہ من دونہ من وال۔ سورہ رعد ع ۲ ج ۱۳	پھرتی۔ اور کوئی نہیں ان کا اس بن مددگار
ان الفضل بید اللہ یوتیہ من یشاء	بڑائی اللہ کے ہاتھ ہے۔ دیتا ہے جس کو چاہے
واللہ واسع علیم۔ یختص برحمتہ	اور اللہ گنجایش والا ہے خبردار۔ خاص کرتا ہے
من یشاء۔ واللہ ذو الفضل العظیم	اپنی مہربانی جس پر چاہے۔ اور اللہ کا فضل
ج ۳ سورہ آل عمران ع ۸	بڑا ہے۔
ان یشاء یذھبکم ویات بخلق	اگر چاہے تمکو لے جاوے (فنا کر دے) اور
جدید وما ذلک علی اللہ بعزیز	لے آئے ایک نئی خلقت۔ یہ خدا پر کچھ بھی مشکل
ج ۲۲ ع ۳ سورہ فاطر	نہیں۔

ظلم و قہر سے اسکے ارادہ کا تعلق نہیں ہوتا

وما اللہ یرید ظلماً للعالمین۔ ع ۱۱ سورہ آل عمران	اور اللہ ظلم نہیں چاہتا۔ جہان والوں پر
ج ۳	

پانچویں اور چھٹی صفت

(۵) سمع (سننا) (۶) بصر (دیکھنا)

لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر	نہیں ہے اسکی طرح کا سا کوئی اور وہی سنتا دیکھتا ہے
(ج ۲۵ - ۲۶ سورہ شوریٰ)	

نوٹ حاشیہ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱ پر

ساتویں صفت کلام لہ

وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ۔ سورہ اعراف ۱۷۶ پ ۹ — اُس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اُس کے پروردگار نے کلام کیا۔

قال یا موسیٰ انی اصطفیتک علی الناس برسٰلتی وبکلامی ۱۷۶۔ سورہ اعراف پ ۹ — خداوندی ارشاد ہوا۔ اے موسیٰ میں نے تمکو امتیاز دیا لوگوں سے اپنے پیغام بھیجنے کا اور اپنے کلام کرنے کا۔

انسان سے مکالمہ الٰہی کی صورتیں

وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب۔ او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء انہ علی حکیم — اور کسی آدمی کی مجال نہیں کہ اُس سے اللہ تعالیٰ کلام کرے مگر اشارہ سے یا پردہ کے پیچھے سے یا بھیجے کوئی پیغام پہنچانیوالا۔ وہ پہنچادے (خدا) کے حکم (جو خداوند عالم) چاہے۔ بیشک وہ سب سے بالا اور صاحب حکمت ہے

(حاشیہ صفحہ ۱۰) عہ سننا۔ کان کے ایک فعل کا نام ہے اور دیکھنا آنکھ کے فعل کا نام۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ آیا حضرت حق جل مجدہٗ کا سمع وبصر بھی ہماری طرح کان اور آنکھ کا محتاج ہے۔ کلام الٰہی میں اسی کی نفی کی گئی ہے۔ کہ حضرت حق جل مجدہ کو اپنی ذات پر قیاس کرنا قطعاً غلط ہے۔ انسان خود محتاج۔ وہ اپنے وجود میں محتاج۔ اپنی صفات میں محتاج ہے۔ غرض ہر طرف سے اسکو احتیاج گھیرے ہوئے ہے۔ باری تعالیٰ بے نیاز۔ مستغنی۔ سب کا خالق سب سے بالا سب سے پاک۔ لہٰذا کان اور آنکھ کے آلات سے بھی وہ بے نیاز۔

علمائے محققین کا قول ہے کہ یہ تو کہا جائیگا کہ خدا سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ لیکن یہ کہ کیسے دیکھتا ہے۔ یہ انسان کے ناقص علم میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ انسان کا محدود علم کسی چیز کی کوئی کیفیت اسی وقت بتاسکتا ہے جب اسے دیکھ لے۔ اور اس کا ماہر ہو۔ وائرلیس بھی ایک کلام کو لیکر دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ مگر کس طرح۔ اس کا جواب صرف اس کے ماہر ہی دے سکتے ہیں۔ اور تو درکنار خود اپنے اندر کی طاقت جس سے وہ سنتا ہے اسکی حقیقت کے پہچاننے سے آج تک قاصر ہے (وما اوتیتم من العلم الا قلیلا)

عہ انسان نیست سے ہست ہوا۔ عدم سے وجود میں آیا۔ جو چیز عدم سے وجود میں آتی ہے۔ سوال ہوتا ہے کہ وہ کس کا فیض ہے۔ اس کا خالق کون ہے۔ اس کا مخزن کیا ہے اور کہاں ہے۔ آیۂ کریمہ میں اس سوال کے جواب کی طرف اشارہ موجود ہے۔ کہ سمع۔ بصر حقیقی صفت اُسی کی ہے۔ انسان کی یہ سماعت اور بصارت اس حقیقی اور ازلی مخزن کا ایک فیض ہے۔ علمائے محققین نے انسانی صفات اور خداوندی (باقی صفحہ ۱۲ پر)

لہ سمع اور بصر کے متعلق جو عرض کیا گیا ہے۔ وہی بیان صفت کلام پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔ انسان اپنے کلام میں الفاظ۔ زبان وغیرہ کا محتاج ہے۔ مگر حضرت حق جل مجدہ ہر قسم کے احتیاج سے پاک ہے۔ دنیا ایک عرصہ تک تاریکی میں رہی۔ کلام وغیرہ صفات

البتہ کے متعلق شکوک وشبہات ہونگے دماغ خالی نہ ہوئے۔ مگر آج وائرلیس سے پھیلنے والی آوازیں گراموفون سے ادا ہونے والے جلسے ہم رات دن سنتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا گراموفون کے زبان ہے یا وائرلیس کسی

موم کیونکہ لفظ زبان کا فعل ہے اور وہ سینے میں ہے، تو کیا قرآن پاک کلام نہ رہا۔ کیا سینۂ شاعر کے اشعار کو کلام نہیں کہا جاتا۔

سیدنا شاہ ولی اللہ صاحب اپنی تفسیر فتح الرحمٰن میں فرماتے ہیں۔ اشارہ سے مراد خواب دکھا دینا ہے یا کہ خداوند عالم بطور الہام دل میں اس شے کا القا کر دیتا ہے۔ اور پس پردہ سے مراد یہ ہے کہ آواز سنائی دے اور کوئی بولنے والا نظر نہ آوے۔ اور تیسری قسم یہ ہے کہ فرشتہ آدمی کی صورت میں آکر پیغام پہنچائے۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں " حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پس پردہ کلام ہوتا تھا " موضح القرآن " بخاری شریف وغیرہ صحاح کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تینوں صورتیں حاصل تھیں۔

قالت عائشة ام المومنين اول ما بدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحي الرؤيا الصالحة في النوم فكان لا يرى رؤيا الا جاءت مثل فلق الصبح (بخاری)

وفي رواية اخرى عنها قال رسول الله صلى الله عليه وسلم احيانا ياتيني مثل صلصلة الجرس وهو اشده علي فيفصم عني وقد وعيت عنه ما قال۔ واحيانا يتمثل لي الملك رجلا فيكلمني فاعي ما يقول

قالت عائشة رضي الله عنها ولقد رأيته ينزل عليه الوحي في اليوم الشديد البرد فيفصم عنه وان جبينه ليتفصد عرقا

عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں۔ سب سے پہلے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز کیا گیا۔ وہ سچی خوابیں تھیں۔ آپ جو بھی خواب دیکھتے وہ صبح صادق کے پو د (نور) کی طرح سچی ہو کر (جلدی) ظہور پذیر ہو جاتی تھی۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (وحی کی صورتوں کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا) وحی گھنٹے کی جھنکار کی طرح آتی ہے (آواز ہوتی ہے حروف نہیں) وہ میرے لئے سخت ہوتی ہے (انتہائی توجہ اور مراقبہ کرنا پڑتا ہے) یہ صورت جب ختم ہوتی ہے تو مجھے وہ وحی یاد ہوتی ہے۔ اور کبھی میرے سامنے فرشتہ ایک انسان کی شکل اختیار کر کے آتا ہے وہ مجھ سے کلام کرتا ہے مجھے اسکی گفتگو یاد رہتی ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ کڑاکے کی سردیوں میں جب آپ پر وحی نازل ہوتی تھی تو اس سے فراغت کے وقت آپکی پیشانی پسینہ پسینہ ہوتی تھی۔ پسینہ کی لڑیاں بہتی ہوتی تھیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱) صفات کی مثال (بلا تشبیہ آفتاب کی روشنی اور زمین کی روشنی سے روشنی دی ہے۔ دھوپ جب زمین پر پھیلتی ہے تو آفتاب کو روشن کہا جاتا ہے اور زمین کو بھی اور پھر کوئی آئینہ سامنے ہو تو وہ بھی روشن ہو جاتا ہے۔ مگر ان کا فرق ظاہر ہے کہ زمین اور آئینہ کا نور ایک فیض ہے نور آفتاب کا۔

ترجمہ تفسیر ابن کثیر

(از حضرت علامہ مولانا سید فخرالدین احمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد)

مسئلہ۔ امام شافعی رح اپنی تصنیف "املا" میں فرماتے ہیں کہ اعوذ باللہ جہر سے پڑھے۔ اور اگر آہستہ پڑھے تب بھی خرابی نہیں۔

اور اپنی دوسری تصنیف "ام" میں مساوی طور پر دونوں باتوں کا اختیار دیا ہے کہ جہر سے پڑھے یا آہستہ۔ اور دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تو آہستہ پڑھا کرتے تھے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جہر سے پڑھتے تو رکعت اولیٰ کے ماسواء دیگر رکعات کے آغاز پر اعوذ باللہ پڑھنے نہ پڑھنے کے متعلق حضرت امام شافعی صاحب سے مختلف اقوال نقل کئے گئے ہیں۔ مگر ترجیح اسی قول کو دی گئی ہے کہ مستحب نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اعوذ باللہ کی مختلف صورتیں امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک تو یہی کافی ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، پڑھے۔

کچھ علماء نے "السمیع العلیم" کا لفظ بھی اضافہ کیا ہے۔ یعنی اس طرح

"اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم"

کچھ علماء فرماتے ہیں کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ ان اللہ ھو السمیع العلیم پڑھے۔ "ثوری اور اوزاعی کا قول یہی ہے"

بعض حضرات آیۃ کریمہ کی مطابقت میں استعیذ باللہ من الشیطان الرجیم کو پسند فرماتے ہیں یعنی قرآن پاک میں لفظ استعذ کے ساتھ امر فرمایا ہے تو اس کے مطابق استعیذ کا صیغہ ہے۔

نیز ضحاک نے جو عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہم) سے ایک روایت نقل کی ہے۔ جس کا ذکر پہلے گذر چکا۔ اس میں استعیذ باللہ السمیع من الشیطان الرجیم ہے۔ وہ بھی اس قول کی دلیل ہے۔ لیکن جو صحیح اور مستند احادیث پہلے گذر چکی ہیں انہیں کا اتباع اولیٰ ہے (جن میں اعوذ باللہ آیا ہے)

مسئلہ۔ نماز میں اعوذ باللہ پڑھنا قرآن شریف پڑھنے کے آداب میں سے ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد (رحمہما اللہ) کا مسلک یہی ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ نماز کے آداب میں

چنانچہ امام ابو یوسف صاحب کے قول کے بموجب اعوذ باللہ پڑھنا مقتدی کے لئے مستحب ہوگا۔ اگرچہ امام ابو یوسف رح کے قول کے بموجب وہ قرآن شریف یعنی فاتحہ اور سورت) نہیں پڑھے گا۔ علیٰ ہذا عید کی نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد دوسری تکبیروں سے پہلے مقتدی کے لئے اعوذ باللہ پڑھنا مستحب ہوگا۔ اور دیگر ائمہ کے نزدیک (جو مقتدی کو قرارت کا حکم دیتے ہیں) تکبیرات کے بعد مقتدی اعوذ باللہ پڑھیگا۔

لیکن امام صاحب اور امام محمد صاحب کے نزدیک مقتدی نہ تکبیرات سے پہلے اعوذ باللہ پڑھیگا نہ بعد میں۔ کیونکہ اُن کے نزدیک اعوذ باللہ کا تعلق قرأت سے ہے۔ نماز سے نہیں۔ پس جبکہ مقتدی پر قرارت نہیں تو اعوذ باللہ بھی نہیں۔

لطائف اعوذ باللہ کے لطائف میں سے یہ ہے کہ وہ لغو اور بیہودہ یا فحش کلام سے جو انسان سے ہوجاتا ہے مُنھ کی طہارت اور پاکیزگی ہے۔ جو کہ قرآن پاک کی تلاوت کے لئے ازبس ضروری ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ سے امداد کی طلب ہے۔ اس کی کمال قدرت اور اپنی کمزوری اور بیچارگی کا اعتراف ہے۔ اور یہ سب کچھ اُس کٹر جانی دشمن کے مقابلہ پر ہے جس کے روکنے اور جس کی مدافعت پر صرف وہی ذات قادر ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے۔ یہ کمبخت نہ کسی رواداری اور حسن سلوک کو قبول کرتا ہے اور نہ کسی احسان سے نرم پڑتا ہے۔ حالانکہ انسانی دشمنوں کی حالت اس سے مختلف ہوتی ہے۔

چنانچہ قرآن پاک کی وہ آیات جو مثانی کی تین سورتوں میں واقع ہیں اس مضمون کا پتہ دیتی ہیں۔

ہاں یہ ضروری ہے کہ حضرت حق جل مجدہٗ نے شیطان کو خطاب کرکے یہ بھی فرمادیا ہے

ان عبادی لیس لك علیھم سلطان — میرے خاص بندوں پر تجھکو غلبہ نہیں حاصل ہوگا۔

وکفیٰ بربك وکیلا — تمہارے لئے (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے تمام سچے پیرووں کو خطاب ہی) تمہارا رب کافی ذمہ دار اور وکیل ہے۔

چنانچہ انسانی دشمنوں کے مقابلہ کے لئے فرشتے نازل ہوئے۔

اب ظاہری اور باطنی دشمنوں اور مقابلین کا لحاظ کرتے ہوئے متعدد صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔

(۱) جس مسلمان کو ظاہری اور انسانی دشمن (یعنی کافر) قتل کریں وہ شہید ہوتا ہے۔

(۲) جس شخص کو باطنی دشمن ماردیں وہ ملعون ہوگا۔

(۳) اور وہ مسلمان جسپر ظاہری دشمن (کافر) غالب آجائے۔ اسکو عنداللہ ثواب ملے گا۔ (۴) جس شخص پر باطنی دشمن (شیطان) غالب آجائے۔ وہ فریب میں مبتلا ہوگا۔ (کافر رہیگا) یا گناہوں کے بار میں دبا ہوا ہوگا

(فائدہ) چونکہ شیطان ایسی طرح رہتا ہے کہ انسان اوسکو دیکھ نہیں سکتا۔ تو اس سے پناہ بھی ایسی ذات کے ذریعہ سے مانگی جارہی ہے۔ جو شیطان کو دیکھتی رہتی ہے۔ مگر شیطان اسکو نہیں دیکھ سکتا

فصل۔ استعاذہ کے معنی ہیں ہر ایک شریر کے شر سے حضرت حق جل مجدہ کی پناہ پکڑنا۔ اور اُس کی بارگاہ سے وابستہ ہونا۔

عیاذہ۔ کا لفظ دفع شر کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور عیاذ کا لفظ تحصیل خیر کی طلب کے لئے ہوتا ہے۔ جیساکہ متنبی کہتا ہے۔ یامن الوذبہ فیما اوملہ ٭ ومن اعوذبہ مما احاذرہ

ترجمہ:۔ اے وہ ذات جس کی پناہ چاہتا ہوں اپنی آرزوں میں:

اور اے وہ ذات جسکی پناہ مانگتا ہوں اُن چیزوں سے جن سے ڈرتا ہوں۔

لایجبر الناس عظما انت کاسرہ ولا یھیضون عظما انت جابرہ

(ترجمہ) تمام آدمی بھی اُس ہڈی کو نہیں جوڑ سکتے جس کو تو توڑنا چاہے ٭ اور نہ اس ہڈی کو کمزور کرسکتے جس کو تو جوڑنا چاہے۔

اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت حق جل مجدہ کی بارگاہ میں پناہ پکڑتا ہوں۔ اس سے کہ شیطان مردود دین یا دنیا میں مجکو کوئی نقصان پہنچا سکے۔ یا کسی ایسے کام کے کرنے سے روک سکے۔ جس کا مجکو حکم کیا گیا ہے۔ یا کسی ایسے کام کا خطرہ لاحق کرسکے جس سے مجھ کو مخالفت کی گئی۔ کیونکہ صرف حضرت حق جل مجدہٗ کی ذات ہی ہے جو انسان کو شیطان سے محفوظ رکھ سکتی ہے اسی وجہ سے حکم خداوندی ہے کہ انسانی شیطانوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور اُس کے ساتھ نرمی برتی جائے۔ تاکہ اس کی فطرت اس کو گزند اور اذیت سے روک دے۔ جس میں وہ مبتلا ہے۔

اور جناتی شیطان" سے صرف پناہ مانگنے کا حکم ہوا ہے۔ کیونکہ وہ ایسا موذی ہے۔ جو نہ کسی رشوت کو قبول کرتا ہے اور نہ کوئی اچھا کام اس پر اثر ڈالتا ہے۔ کیونکہ وہ فطری شریر ہے۔ اُس کے شر سے انسان کو وہی روک سکتا ہے جس نے اسکو پیدا کیا ہے۔

یہی معنی قرآن پاک کی تین آیتوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ میرے علم میں اس مضمون کی کوئی اور آیت نہیں ہے۔ پہلی آیت سورہ اعراف میں وارد ہے جس کے پہلے حصہ میں اُس شر کے متعلق حکم ہے جو اعداء کی جانب سے ظاہر ہو۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے۔

خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاھلین — معافی اور درگذر اختیار کرو۔ اچھی بات کا حکم کرو اور نادانوں سے مونھ موڑ دو۔

پھر اس آیت کے دوسرے حصہ میں حکم ہے

واما ینزغنک من الشیطان

نزغ فاستعذ باللہ۔ انہ سمیع علیم

دوسری آیت۔ سورہ قد افلح المومنون میں ہے۔ وقل رب اعوذبک تا یحضرون۔

تیسری آیت۔ سورہ حٰم سجدہ میں ولا تستوی الحسنۃ تا السمیع العلیم۔

لفظ شیطان کے معنی شیطان۔ شطن سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں دور ہونا۔ شیطان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ اپنی فطرت اور طبیعت کے لحاظ سے انسانی طبیعت سے بعید ہے۔ نیز اپنے فطری فسق کے لحاظ سے ہر ایک بھلے کام سے بعید ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ لفظ "شاط" سے ماخوذ ہے۔ یعنی اس کا مادہ "شیط" ہے۔ جس کے معنے ہیں جلنا اور بھڑکنا وجہ تسمیہ یہ ہے کہ شیطان آگ سے بنا ہے۔

کچھ حضرات یہ فرماتے ہیں کہ معنی کے لحاظ سے دونوں صورتیں بنجاتی ہیں۔ مگر پہلا قول صحیح تر ہے عرب کا کلام بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔

امیہ بن ابی صلت نے سلیمان علیہ السلام کی نعمتیں بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

ایما شاطن عصاہ عکاہ | ثم یلقی فی السجن والاغلال

جس شیطان نے بھی شیطانی کی اسکو مقید کردیا۔ | پھر قیدخانے اور بیڑیوں میں ڈالدیا جاتا تھا۔

اس شعر میں "شاطن" کا لفظ بولا ہے۔ شائط نہیں کہا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مادہ "شطن" ہے۔ نابغہ ذبیانی کا قول ہے

نأت بسعاد عنک نوی شطون | فباتت والفواد بہا رھین

سعاد کو دور کردیا مسافت بعیدہ کے فراق نے | لہذا ایسی حالت میں رات گذری کہ دل اس کے ہاتھ گروی تھا۔

تاریخ عالم

حیات آدم علیہ السلام

شیطانی اور ربانی جذبات کی سب سے پہلی جنگ

ہابیل اور قابیل کی جنگ کا تذکرہ پہلے بھی گذر چکا ہے قرآن پاک میں اس واقعہ کو اسطرح بیان فرمایا گیا ہے:۔

واتل علیهم نبا ابنی آدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدهما ولم یتقبل من الآخر قال لاقتلنك قال انما یتقبل الله من المتقین۔ لئن بسطت الیّ یدك لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیك لاقتلك انی اخاف الله رب العلمین انی ارید ان تبوء باثمی واثمك فتكون من اصحاب النار وذلك جزاء الظلمین فطوعت له نفسه قتل اخیه فقتله فاصبح من الخاسرین

اور آپ (اپنی قوم کو) آدم کے دو بیٹوں کے ایک واقعہ کی خبر سنا دیجئے۔ جبکہ دونوں نے ایک نیاز پیش کی۔ وہ ایک سے قبول کیگئی۔ دوسرے کی نیاز قبول نہیں کی گئی۔ اس نے کہا میں تجھکو مار ڈالوں گا۔ جسکی نیاز قبول کی گئی تھی اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ صرف انہیں سے قبول کیا کرتا ہے جو اس سے تقویٰ کریں اگر تو مجھے قتل کرنیکے لئے ہاتھ بڑھائیگا۔ میں تجھکو قتل کرنیکے لئے ہاتھ نہیں بڑھا سکتا۔ میں اللہ رب العلمین سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے اور اپنے گناہ کا ذمہ دار تو ہی ہو۔ پھر تو ہی دوزخی ہوگا۔ ظالموں کی یہی جزا ہے۔ اس کے نفس نے اسکو اپنے بھائی کے قتل پر راضی کردیا چنانچہ اس نے قتل کردیا۔ لہٰذا زمرہ خاسرین میں داخل ہوگیا۔

اب اس کے بھائی کی نعش پڑی ہوئی ہے۔ اخوت کے فطری جذبات جوش مار رہے ہیں اور اس سے زیادہ حیرانی یہ ہے کہ اس لاش کو کیا کرے۔

فبعث الله غرابا یبحث فی الارض لیریه کیف یواری سوءة اخیه

پھر خدا نے ایک کوا بھیجا جو زمین کرید رہا تھا تاکہ اسکو دکھادے کہ وہ اپنے بھائی کی (لاش) کو کیسے چھپائے۔

ابن سعد میں ذکر کیا ہے کہ یہ قتل شام کے وقت ہوا تھا۔ اور پھر وہ صبح کو دیکھنے گیا۔ نیز یہ خیال تھا کہ اس نعش کا کیا کیا جائے۔ تب وہاں اس نے کوے کو دیکھا

ارشاد ربانی ہے کہ کوے کے واقعہ سے سبق حاصل کرکے قابیل نے کہا:۔

فقال یاویلتا اعجزت ان اکون مثل هذا الغراب فاواری سواة اخی فاصبح من النادمین

ہائے افسوس میں اس کوے کی برابری سے بھی قاصر رہا کہ اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دیتا۔ پھر وہ پچھتانے لگا۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک سال تک اور ایک روایت میں ہے کہ سو سال تک اس لاش کو

دنیا میں پہلا دفن بہر حال کوے کے اس عبرت آموز واقعہ کے بعد قابیل بھائی کی لاش کو پہاڑ کے نیچے لایا اور سپرد خاک کیا۔

سب سے پہلے باپ کی سب سے پہلے بیٹے کو بددعا حضرت آدم علیہ السلام کو اس واقعہ کی خبر ہوئی آپ نے قابیل سے فرمایا "نکل جا۔ تو ہمیشہ مرعوب رہے گا۔ جو تجھے دیکھیگا۔ تکلیف پہنچائے گا"

چنانچہ جب قابیل کی اولاد بڑی ہوگئی تو جب بھی قابیل کے سامنے سے اُن میں سے کوئی گذرتا۔ اُس پر پتھر پھینکتا تھا۔

قتل قابیل قابیل کا ایک لڑکا اندھا تھا۔ وہ اپنے بیٹے کو ساتھ لیے جارہا تھا۔ اتفاقاً قابیل سامنے آگیا۔ اندھے کے بیٹے نے اندھے سے کہا۔ کہ قابیل سامنے ہے۔ اندھے نے ایک پتھر اٹھا کر قابیل کے مارا۔ قابیل کے پتھر ایسا لگا کہ وہ وہیں مر گیا۔ اندھے کے بیٹے نے جب دیکھا کہ دادا جان مر گئے۔ تو اس نے دُہائی دی۔ نابینا باپ کو غصہ آیا اُس نے بیٹے کے طمانچہ مارا۔ یہ عجیب اتفاق تھا کہ وہ طمانچہ کھاتے ہی مر گیا۔

اب اندھا اپنی بدقسمتی اور ان ناگہانی حادثوں پر حیران تھا۔

باپ اور بیٹے کا قاتل یہ دنیا میں سب سے پہلا شخص تھا جس نے اپنے باپ کو بھی قتل کیا اور بیٹے کو بھی۔ ایک کو پتھر سے مارا دوسرے کو طمانچہ سے (ابن سعد ص۱۲)

عبرت انگیز سزا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دنیا میں قتل ناحق کا طریقہ سب سے پہلے قابیل نے ایجاد کیا۔ لہذا جو قتل بھی دنیا میں قیامت تک ہوگا۔ اس کا گناہ جس طرح قاتل پر ہوگا اسی طرح قابیل پر بھی ہوگا۔ کیونکہ قاعدہ ہے

من سن سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرھا ووزر من عمل بہا۔

جو شخص کوئی برا طریقہ ایجاد کرے تو اسپر اسکا بھی بار ہوگا اور پھر جتنے آدمی اُسپر عمل کریں گے اس کا بھی بار اسپر ہوگا

ارشاد نبوی ہے۔

لا تقتل نفس ظلما الا کان علی ابن آدم الاول کفل من دمھا لانہ کان اول من سن القتل

(رواہ الجماعۃ سوی ابی داؤد)

جب بھی کوئی انسان ظلماً قتل کیا جاتا ہے تو آدم علیہ کے پہلوٹے بیٹے پر اُس خون کا بار ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کا طریقہ ایجاد کیا۔

.....

ہابیل کی قبر حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ دمشق کی شمال جانب میں "قاسیون" پہاڑ کے پاس ایک غار ہے۔ جس کو مغارۃ الدم "کہتے ہیں اہل کتاب کی روایت ہے کہ یہاں قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔

ایک عجیب خواب حافظ ابن عساکر نے احمد بن کثیر کی سوانح میں بیان کیا ہے کہ احمد بن کثیر کو ایک مرتبہ سردار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت ہابیل حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ احمد بن کثیر نے ہابیل کو قسم دے کر پوچھا کہ "یہ خون آپ کا ہی ہے" حضرت ہابیل نے اقرار کیا۔ احمد بن کثیر فرماتے ہیں۔ ہابیل نے خداوند عالم سے دعا کی تھی کہ اس مقام پر دعا قبول ہوا کرے۔ ہابیل کی دعا قبول ہوئی۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پنجشنبہ کو اس مقام پر جاتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں اگر یہ خواب صحیح ہو تو اس سے شریعت کا کوئی حکم نہیں سمجھا جا سکتا۔ ہاں کسی خبر کی تائید ہو سکتی ہے۔

طوفان نوح کی تمہید حضرت آدم علیہ السلام نے وصیت فرمادی تھی کہ شیث کی اولاد۔ اولاد قابیل کے ساتھ نہ رہے۔ اور نہ آپس میں نکاح بیاہ ہو۔ چنانچہ اولاد شیث علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک غار میں پہنچا دیا۔ اور نگرانی کرنے لگے کہ اولاد قابیل میں سے کوئی آگر گزند نہ پہنچا سکے اور یہی لوگ (اولاد شیث) حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کراتے اور توبہ کیا کرتے تھے۔ ایک عرصہ تک بنو شیث بنو قابیل علیحدہ علیحدہ رہے۔ پھر شیث کی اولاد کو خیال ہوا کہ اپنے چچازاد بھائیوں کو چلکر خود دیکھیں۔ اُن کی کیا حالت ہے۔ چنانچہ سو آدمی روانہ ہوئے۔ وہاں بازاری عورتوں نے اُن کو اپنے دام میں پھانس لیا۔ پھر اسی طرح اور سو آدمیوں کو خیال پیدا ہوا۔ غرض اس طرح رفتہ رفتہ حضرت شیثؑ کی ساری اولاد قابیل کی اولاد میں آملی۔ اور آپس میں خوب ریل میل ہو گیا۔ شادی بیاہ ہونے لگے۔ اور فسق و فجور عام ہو گیا۔ یہی تھے جو طوفان نوح میں غرقاب ہوئے۔

حضرت شیث علیہ السلام کی اولاد میں سے "انوش" کو حضرت شیث کی جانشینی کا شرف ملا۔ اولاد انوش میں سے قینان کو۔ پھر اولاد قینان میں سے "مہالیل" کو۔ پھر اولاد مہالیل میں سے "یزد" یا "یازد" کو۔ اسی یزد یا "یازد" کے زمانہ میں بت بنائے گئے۔ اور اسلام کے بجائے کفر و ارتداد پھیلنے لگا۔

یزد کی اولاد میں سے حضرت نوح علیہ السلام پیدا ہوئے۔ جن کا نام مورخین نے "ادریس" بتایا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (باقی)

اسلام اور آئین حکومت

نظارۂ رحمت

خلیفۂ اول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سب سے آخری خطبہ

اور

خلیفۂ دوم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا سب سے پہلا خطبہ

(تصحیح) ربیع الثانی کے پرچہ میں صفحہ ۵۵ سطر (۲) کو اس طرح پڑھئے "خلیفہ کا فرض ہے کہ وہ خود کو عوام سے بہتر اور برتر نہ سمجھے۔

حضرت عاصم کی روایت ہے کہ:-

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مرض نے جب شدت اختیار کی اور آپ کو صحت سے ناامیدی ہونے لگی تو آپ نے ایک عام اجلاس طلب کیا۔ پھر حکم فرمایا کہ آپکو اٹھا کر منبر پر بٹھادیں۔

آپ کی یہ تقریر آخری تقریر تھی۔ آپ نے خداوند عالم کی حمد وثنا کے بعد فرمایا۔

"اے لوگو! دنیا سے بچتے رہو۔ غافل ہو کر اسپر بھروسہ مت کرو۔ آخرت کو دنیا پر ترجیح دو۔ آخرت سے محبت کرو۔ دنیا اور آخرت میں آپس میں ایک دوسرے سے بغض ہے۔ ایک سے محبت کروگے تو دوسری بغض کرنے لگے گی۔ تم آخرت سے محبت کرو"

"خلافت کا مسئلہ جو آج ہم پر مسلط ہے اس کا مستقبل بھی انہیں چیزوں سے درست ہو سکتا ہے جن سے اس کا ماضی درست ہوا ہے۔ (یعنی قانون الٰہی کی پابندی)

"اس کو صرف وہی شخص اٹھا سکتا ہے جو قدرت اور طاقت میں تم سب سے بڑھا ہو۔ اور اپنے نفس پر تم سب سے زیادہ قابو رکھتا ہو۔ سختی کے موقعہ پر سب سے زیادہ سخت۔ اور نرمی کے موقعہ پر سب سے زیادہ سلیس اور نرم ہو۔ مدبرین اور صاحب الرائے حضرات کے نظریہ کو سب سے زیادہ سمجھتا ہو"

"بیکار باتوں میں ہرگز نہ مشغول ہو۔ پیش آنے والے واقعات سے غم زدہ نہ ہو۔ کسی بات کے معلوم کرنے اور دریافت کرنے سے نہ شرمائے۔ اچانک واقعات سے سراسیمہ نہ ہو۔ اموال کے حق میں قوی ہو۔ خیانت سے قطعاً ناآشنا ہو۔ ظلم کے مقابلہ کے لئے چست ہو۔ آنے والے واقعات

پر ہمیشہ نظر جمائے رکھے۔ تقویٰ۔ احتیاط۔ اور خداوند عالم کی اطاعت اس کا سرمایہ ہو۔ میرے خیال میں ایسا شخص عمر بن الخطاب ہے۔ کنز العمال صفحہ ۱۴۲ جز ۳ حدیث ۲۳۷۲۔

خلیفہ دوم کی سب سے پہلی تقریر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر کو دفن کر کے فارغ ہوئے۔ قبر کی مٹی سے ہاتھ جھاڑ چکے تو اسی جگہ کھڑے ہو کر مختصر تقریر فرمائی۔ آپ نے فرمایا۔

خدا نے آپ حضرات کو میرے معاملہ میں مبتلا کر دیا۔ اور آپ کے معاملات میں مجھے مبتلا کر دیا۔ میرے دوست کے بعد مجھے زندہ رکھا۔

میں پختگی سے اعلان کرتا ہوں کہ جو معاملات آپ حضرات کے میرے سامنے آئیں گے۔ اُن کا ذمہ دار میں خود ہوں گا۔ اور جو معاملات میرے سامنے نہ آسکیں گے میں پوری کوشش کروں گا کہ ان کا ذمہ دار بہتر۔ مستعد اور امانت دار حضرات کو بنایا جائے۔ پھر وہ ذمہ دار اگر خوبی سے کام انجام دیں گے تو اُن کے مراتب میں زیادتی کی جائے گی۔ اور اگر اچھی طرح کام نہیں کیا تو اُن کو سزا دی جائے گی۔ اور کوئی خدمت اُن کے سپرد نہ کی جائے گی۔ خدا میری اور آپ کی مغفرت فرمائے"

راوی کا بیان ہے کہ آخر تک فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہی دستور العمل رہا۔

کنز العمال صفحہ ۱۴۷ جز ۳ ح ۲۳۷۴ ح ۲۳۷۶

آپ نے ارشاد فرمایا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں لوگ وحی پر عمل کرتے رہتے تھے۔ عرصہ ہوا وحی بند ہو چکی۔ ہمارا مواخذہ اور ہماری نظر آپ لوگوں کے ظاہر کاموں پر ہو گی۔ قلبی حالات اور ملکات سے ہمیں کوئی تعلق نہ ہو گا۔ اس کی باطنی حالت کا تعلق خدا سے ہے محض ولی اللہ یا سید ہونے پر کسی منصب کا ذمہ دار نہیں بنایا جا سکتا۔

اس کے بعد فاروق اعظم مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منبر مبارک پر حاضر ہوئے۔ اور خداوند عالم کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا :۔

یاایہاالناس! میں جانتا ہوں کہ آپ حضرات میری سختی اور درشتی ہی سے واقف ہیں۔ میری تمام سختی کا باعث یہ رہا ہے کہ عہد رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں تو آپ ایسے رحیم کے زیر سایہ تھے جبکہ حضرت حق نے رؤف رحیم نے فرمایا ہے میں حضور کا غلام اور ادنیٰ خادم تھا۔ میں شمشیر برہنہ کی طرح بارگاہ میں حاضر رہتا۔ اب اگر حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھکو نیام میں کر لیتے یا کسی معاملہ میں مجھکو روک دیتے ہیں رک جاتا۔ ورنہ میں لوگوں سے پیش پیش رہتا۔ تاکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نرمی سے کوئی خود غرض ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکے۔

میرا طرز یہی رہا۔ بفضلہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے راضی رہے۔ میں آپ کی خدمت میں سعید ترین انسان تھا۔ حتیٰ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی۔

حضرت ابو بکر خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دور آیا۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کس قدر کریم۔ کس قدر نرم مزاج۔ اور کس قدر چشم پوشی کرنے والے تھے۔ لامحالہ مجھے اپنے اسی کام کے لئے کھڑا ہونا پڑا۔ میں ایک تلوار کی حیثیت میں خلیفہ رسول اللہ کا خادم رہا۔ میں اپنی سختی آپ کی نرمی سے ملاتا تھا۔ ہاں صرف اس صورت میں کہ آپ مجھکو روک دیتے۔ میں رک جاتا۔

بفضلہ تعالیٰ صدیق اکبر ہمیشہ مجھ سے راضی رہے۔ میں آپ کی بارگاہ میں سعید ترین انسان رہا۔ حتیٰ کہ صدیق اکبر کی وفات ہوئی۔

آج خلافت کی ذمہ داری میرے سر ہے

میں سمجھتا ہوں کہ یہ خیال کیا جائیگا کہ جب امامت اور خلافت کی ذمہ داری دوسروں پر تھی تب عمر اتنا سخت تھا۔ اور اب جبکہ وہ خود خلیفہ ہوگیا ہے۔ تو اُس کی سختی کتنی زیادہ ہوگی۔ مگر دیکھو تم میرے متعلق کسی دوسرے سے مت پوچھو۔ تم خود مجھے جانتے ہو مجھے آزما چکے ہو تجربہ کرچکے ہو۔ اور میری برابر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سُنت سے واقف ہو۔

میں جب بھی کسی چیز پر نادم اور متردد ہوا۔ میں نے یہی پسند کیا کہ اس کے متعلق میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کروں۔ چنانچہ میں نے دریافت کیا۔

آپ حضرات پوری طرح خیال رکھیں کہ میری وہ سختی جس کے متعلق آپ حضرات کو علم ہے۔ اس وقت جب کہ خلافت کی ذمہ داری میرے اوپر آگئی۔ ظالموں اور زیادتی کرنے والوں پر اور کمزور کا قوی سے حق لینے کے لئے کئی گنا بڑھ گئی ہے۔

اور بلاشبہ اس تمام سختی کے باوجود ایسے لوگوں کے سامنے اپنا چہرہ زمین پر رکھدوں گا۔ جو ظلم و زیادتی سے محفوظ رہیں، پاکباز ہوں اور قانون کے سامنے سر جھکادیں۔

اگر کوئی معاملہ میرے اور تم میں سے کسی کے درمیان ہو۔ تو مجھے کبھی بھی عذر نہ ہوگا کہ جہاں یا جس کے پاس وہ لے چلے میں اس کے ساتھ چلوں۔

البتہ اگر کسی معاملہ سے براہ راست میرا تعلق نہ ہو۔ آپ میں سے کوئی شخص درمیان میں واسطہ ہو۔ وہاں پورے غور اور احتیاط سے کام کرنا ہوگا۔

خدا کے بندو خدا سے تقویٰ کرتے رہو۔

آپ حضرات خود اپنے نفسوں کے مقابلہ پر میری امداد کریں۔ ذاتی اغراض کی خاطر مجھکو نقصان پہنچانے سے اجتناب کریں۔

اور میری نفس کے مقابلہ پر آپ میری امداد اس طرح فرمائیں کہ اچھی بات کی مجھے فہمائش کریں۔ بری بات سے مجھکو روکیں۔ اور آپ کے جن معاملات کا خداوند عالم نے مجھکو ولی اور ذمہ دار بنا دیا ہے اُن میں ہر وقت مجھکو نصیحت کرتے رہیں۔ (کنز العمال حدیث ۲۳۷۲ ص ۱۴۷ ج ۳)

نتائج و عبر ان معنی خیز اور مختصر تقریروں سے جس قدر نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ انکی تشریح کے لئے بہت سے اوراق درکار ہیں۔ نازک مزاج ناظرین کرام اس طوالت کو کب برداشت کر سکتے ہیں۔ اس وقت چند اصولی چیزوں کی جانب اشارہ کیا جاتا ہے۔

(۱) رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سال متواتر دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ ۱ا مرتبہ فیصلہ کن معرکوں کی کمان کی۔ مگر غزوہ اُحد کے ایک واقعہ کے علاوہ کبھی بھی اپنے دست مبارک سے کسی دشمن کو نہیں مارا۔ اسی طرح باوجودیکہ موقعہ بموقعہ تیزی اور سختی عملی سیاست کا لازمی جزء ہے۔ مگر رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی رحمت عام نے اسکو بھی براہ راست اختیار فرمانا پسند نہیں کیا۔ یہ خدمت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائی گئی۔

رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے صدیق۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ رحمت عالم کے صدیق کو رحمت ہی ہونا چاہئے تھا۔ چنانچہ آپ خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت رحمت کے مظہر تھے۔ آپ کے دور خلافت میں بھی فاروق اعظم کو وہی خدمت انجام دینی پڑی۔ اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے لئے غلام اور خادم کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اور تلوار کے ساتھ خود کو تشبیہ دی ہے۔ اور پھر ان دونوں بزرگوں کے خوش رہنے اور اپنی سعادت کا اظہار فرمایا ہے۔ اہل فکر ان معنی خیز الفاظ سے جسقدر محظوظ ہوں کم ہے۔ اور پھر فاروق اعظم کا ایثار اور خلوص بھی ملاحظہ ہو کہ امامت و خلافت کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کس طرح تلوار کی طرح خود کو پیش فرما دیتے ہیں۔ اور سخت مزاجی کی تمام ذمہ داری اپنے ذمہ لے لیتے ہیں۔

(۲) دوبارہ ان خطبوں کو پڑھئے اور غور کیجئے کہ امام یا خلیفہ کی کیبنٹ کس قسم کی ہونی چاہئے۔ خلیفہ کن اوصاف کا حامل ہو۔ (۳) نظام حکومت مقصود ہے۔ کمزور کی امداد کرنا۔ قانون الٰہی کی پابندی اور اسکو نافذ کرنا (۴) فہمائش۔ تلقین و تنبیہ کے سلسلہ میں خلیفہ اور عام انسان کی حیثیت مساوی ہے (۵) مصارف خلیفہ کے متعلق انشاء اللہ

بیانِ زندگی

(از جناب مولوی ابو الحسنات صاحب قیصر اعظمی متعلم جامعہ قاسمیہ شاہی مسجد مرادآباد)

نوجوانانِ وطن تم سے ہی شانِ زندگی — ہے بجا کہنا کہ تم ہو حکمرانِ زندگی
نوجوانانِ وطن یہ خوابِ غفلت تا بکے — اٹھو! باقی ہے ابھی کچھ کچھ نشانِ زندگی
اٹھو دنیا کو بتا دو رازِ درسِ حریت — پھر نئی سج دھج سے ظاہر ہو نشانِ زندگی
کس سے پوچھیں ہائے اپنا راہبر کوئی نہیں — ڈھونڈتے ہیں مدتوں سے ہم نشانِ زندگی
یہ تغافل کیشیاں اچھی نہیں ہمت کرو! — دور منزل سے ابھی ہے کاروانِ زندگی
کچھ نہیں معلوم کیا ہے اپنی پستی کا سبب — تھا کبھی عرشِ معلےٰ آستانِ زندگی
ہند تھا یا چپہ چپہ اسکا تھا رشکِ ارم — کیوں ہے یوں تاراجِ نکبت گلستانِ زندگی
ہوش میں آؤ کریں پھر عیش کا سامان ہم — ملکِ ہندوستان ہی ہے بوستانِ زندگی
فخر ہے گوشہ نشینی پر جنہیں اس دور میں — دیکھیں شیخ الہند کی وہ داستانِ زندگی
تھے وہ اک مردِ مجاہد اور مرشد بے نظیر — اس طریقہ سے ہے گذری اُنکی شانِ زندگی
عزم و استقلال انکا مالٹا میں مرحبا — جیل میں جب ہو رہا تھا امتحانِ زندگی
لب کشائی تک نہ کی اپنے مصائب پر کبھی — صبر کو سمجھا تھا اُسنے کامرانِ زندگی

کوئی قیصر کا زمانہ میں نہیں پرسانِ حال
آہ اب کس سے کرے اپنا بیانِ زندگی

نئی چال

(از حضرت اسیر دہلوی مدظلہ)

ذیل کے چند شعر ہدیہ ناظرین کرتے ہیں ہم انتہائی مسرت محسوس کرتے ہوئے اس امر کا انکشاف ضروری خیال کرتے ہیں کہ حضرت اسیر دہلوی ایک بلند پایہ شخصیت کے مالک ہیں مگر دنیائے شاعری میں نہ اُن کی شخصیت نمایاں ہوئی اور نہ آپ نے نمایاں کرنے کی کبھی سعی کی۔ اس موقعہ پر حضرت اسیر کا تعرف کچھ کم تعجب خیز نہیں۔ حضرت مولانا احمد سعید صاحب کو کون نہیں جانتا؟ مگر اسیر دہلوی کے نام سے کسی کو وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا۔ سوائے چند حضرات کے جو حضرت مولانا سے خاص تعلق رکھتے ہیں حضرت مولانا اجلاس جمعیۃ کے سلسلہ میں مرادآباد تشریف لائے ہوئے تھے مخصوص صحبت میں موجودہ سیاسی ماحول پر تبادلہ خیال فرماتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں فی البدیہہ ذیل کے چند اشعار ارشاد فرمائے جن کو فوراً نقل کرلیا گیا۔ بڑی کوشش کے کے بعد اشاعت کی اجازت فرمائی۔ کلام کے متعلق اتنا عرض کردینا کافی ہے کہ حضرت اسیر مشاق شاعر ہونے کے باوجود دہلوی ہیں اور مولانا احمد سعید ہیں (اختر اسلام)

آفس قبول کرنے سے کیا بات ٹل گئی — برطانیہ اک اور نئی چال چل گئی

گاندھی سمجھ رہے ہیں کہ سوراج مل گیا — زٹلینڈ کہہ رہے ہیں کہ اسکیم چل گئی

دیکھا جو میں نے اکبر مرحوم کی طرف — بولے کہ بات ہاتھ سے اپنے نکل گئی

مچھلی سمجھ رہی ہے کہ یہ لقمہ تر ملا

صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نگل گئی

(ـــ موبکاؤ وزارتیں)

شرح حدیث مرفوع

اُغد عالماً او متعلماً او مُستمعاً او محبّاً للعلماءٔ

(از مولانا مقبول الرحمن صاحب صہیب سیوہاری)

سوال یہ تھا کہ دورِ جہانِ فانی میں
ہمارے پیشِ نظر کیا ہو زندگانی میں
یہ عقدہ حل ہوا اللہ کی عنایت سے
جواب اس کا ملا حضرت رسالت سے

اُغد عالماً

کہ یا تو عالمِ دینِ مبین بن جاؤ
رسولِ پاک کے تم جانشین بن جاؤ
تمہارا سینہ ہو انوار قدس کا مخزن
کہ جس کے نور سے ہو جائے کل جہان روشن

او متعلماً

جو یہ نہیں ہے تو پھر علم دیں کرو حاصل
تمام عمر رہو تم اسی طرف مائل

او مُستمعاً

نہیں ہی یہ بھی میسر جو تم کو قسمت سے
تو مستفید ہو عالم کے فیض صحبت سے
کہ ہے یہی وہ گروہِ مقربانِ خدا
جو ہمنشیں ہوا ان کا وہ کامیاب ہوا

او مُحبّاً للعُلماء

پھر اس کے بعد ہے ارشاد سرورِ کونین
ہر ایک مسلم مومن پہ ہے یہ فرضِ عین
کہ عالموں کی محبت ہو جاگزیں دل میں
ہمیشہ صدر نشیں ہوں یہ دل کی محفل میں
سبب یہ اس کا شہ دو جہاں نے فرمایا
کہ جذبے قلب کے سب ہونگے حشر میں یکجا

اگر تعلقِ قلبی ہے اولیا کے ساتھ
تو حشر ہوگا قیامت میں انبیا کے ساتھ

علامہ سندھی کا خطاب اہل مراد آباد سے

تشریف آوری کا مقصد

(مولانا انور صاحب صابری دیوبندی)

دکھانے داغہائے خاطرِ ناشاد آیا ہوں   غلامی کی سنانے دکھ بھری روداد آیا ہوں
مکمل نالہ و سرتا بپا فریاد آیا ہوں   ہزاروں آرزوؤں سے مراد آباد آیا ہوں

مرے نزدیک جینے کے لئے مرنا ضروری ہے
خمِ ہستی کو خونِ قلب سے بھرنا ضروری ہے

جوانو جوشِ عہدِ نوجوانی کا تقاضا ہے   وطن والوں کی غم افزا کہانی کا تقاضا ہے
یہی سعیِ حصولِ کامرانی کا تقاضا ہے   شہیدانِ عمل کی زندگانی کا تقاضا ہے

زمانہ کام کرنے کا ہے کوئی کام کر جاؤ
اجل کی گود میں بھی خدمتِ اسلام کر جاؤ

مرے اسلام میں اپنے وطن کا درد شامل ہے   مرے اسلام کی آزادی کامل ہی منزل ہے
مرا اسلام بے شک بے نیازِ خوفِ باطل ہے   مرے اسلام کو کیف جہادِ زیست حاصل ہے

مسائل کا سمجھنا ہی نہیں تکمیل ایماں کی
مجاہد بن کے اٹھنا بھی ہے فطرت میں مسلماں کی

چراغِ بزمِ دشمن اپنی شمعِ انجمن کیوں ہو   خزاں خوردہ بہارِ صحنِ رنگین چمن کیوں ہو
دلِ مومن اسیرِ گردشِ رنج و محن کیوں ہو   وطن پرور بھلا بیگانہ حبِ وطن کیوں ہو

مجاہد نے جہاں بدلا لباسِ جان و تن اپنا
بنایا چشمِ حق بیں نے وہیں گویا وطن اپنا

قرونِ اولیں کا کارواں گر یاد آجائے   سلیماں کی حیاتِ کامراں گر یاد آجائے
بزرگانِ سلف کا کچھ نشاں گر یاد آجائے   شہیدِ کربلا[رض] کی داستاں گر یاد آجائے

تو سمجھو ہے حقیقی زندگی تلوار کے نیچے
حیاتِ جاوداں ہوتی ہے حاصل دار کے نیچے

تاریخ اسلام

ائمہ اربعہ رح کے مختصر حالات

امام اعظم ابو حنیفۃ النعمان رحمۃ اللہ علیہ

(از مولانا قاضی ابوالمعالی عبدالحفیظ صاحب مبارکپوری)

نام ونسب ومولد اور ابتدائی حالات

نام نعمان، کنیت ابو حنیفہ، لقب امام اعظم، سلسلہ نسب یہ ہے:- نعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ امام صاحب سنہ ۸۰ ہجری بمقام کوفہ عبدالملک بن مروان کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے۔ آپ عجمی الاصل تھے آباؤ اجداد کا اصلی وطن کابل تھا۔ بابل، انبار، نسا اور ترمذ بھی بتلائے گئے ہیں۔ آپ کے والد ماجد ثابت حالت اسلام میں پیدا ہوئے۔ علامہ خطیب نے تاریخ بغداد میں امام صاحب کے پوتے اسمٰعیل بن حماد قاضی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں اسمٰعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہوں۔ ہم فارسی النسل آزاد لوگوں سے ہیں۔ واللہ ہم پر کبھی غلامی کا داغ نہیں لگا۔ میرے دادا ۸۰ھ میں پیدا ہوئے (ثابت) بچپن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے حضرت نے ان کے اور ان کی اولاد کے لئے دعائے خیر فرمائی تھی۔ ہم کو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کی دعا ہمارے حق میں قبول فرمالی[1]

قاضی اسمٰعیل نے امام صاحب کے دادا کا نام بجائے زُوطی کے نعمان اور پردادا کا نام بجائے ماہ کے مرزبان بتلایا ہے۔ کہ زُوطی نام اور نعمان لقب ہے اسی طرح ماہ نام اور مرزبان لقب ہے۔ یا زُوطی کے معنی نعمان اور ماہ کے معنی مرزبان ہیں۔ مورخین زُوطی کو مولیٰ تیم اللہ بن ثعلبہ لکھتے ہیں۔ یہاں مولیٰ سے مراد دوست ہے جیسا کہ بعض مورخین کہتے ہیں۔ کہ زوطی کابل سے گرفتار ہو کر آئے تھے۔ قبیلہ بنی تیم اللہ کی ایک عورت نے خرید کر آزاد کر دیا۔ کیونکہ اس کی تردید خود اسمٰعیل کے قول سے ہوئی۔ نیز اگر زوطی کی غلامی ثابت بھی ہو جائے تو اس میں امام ابو حنیفہ پر کوئی حرف نہیں آسکتا، خیر القرون میں اکثر ائمہ حدیث پر ایسی غلامی کا اطلاق ہوا ہے۔ محمد ابن سیرین کے باپ حضرت انس بن مالکؓ کے غلام تھے۔ میسان سے گرفتار ہو کر آئے تھے۔ نافعؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے غلام تھے، دیلمی الاصل تھے۔ مکحول شامیؒ کابل سے گرفتار ہو کر آئے تھے، حسن بصریؒ۔ عکرمہؒ۔ عطاء بن یسار۔ طاؤسؒ

[1] بحوالہ تاریخ ابن خلکان حصہ ۲ صفحہ ۹ ذکر ابو حنیفہ و الخیرات الحسان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان صفحہ ۲۱

وغیرہ کے باپ دادا غلام رہ چکے تھے۔ امام صاحب کے دادا زُوطی کوفہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ جو ان دنوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دار الخلافہ تھا۔ زوطی نے ایک مرتبہ مہرجان کے دن حضرت علیؓ کے پاس فالودہ ہدیہ بھیجا۔ آپ نے فرمایا کہ مھرجونا کلّ یوم یعنی ہمارے نزدیک ہر دن مہرجون ہے۔ امام صاحب کے باپ ثابت لڑکپن میں ایک مرتبہ حضرت علیؓ کے پاس گئے تو آپ نے ان کے اور ان کی اولاد کے لئے دعا برکت فرمائی۔

امام صاحب کی تابعیت آپ کے بچپن اور ابتدائے شباب کا زمانہ جو پہلی صدی ہجری کا آخیر زمانہ تھا، اس میں اکثر و بیشتر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین انتقال فرما چکے تھے۔ تاہم ان نفوس قدسیہ میں سے چند حضرات موجود تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ نے جیسا کہ ایک جماعت کا قول ہے سنہ ۹۳ھ میں انتقال فرمایا۔ (اصابہ ص۱۲۷) حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ جتنے صحابہ مدینہ منورہ سکونت پذیر تھے۔ سب سے اخیر میں سنہ ۹۱ھ میں فوت ہوئے۔ (اصابہ ص۱۴۰)

حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ نے سب صحابہ سے اخیر میں سنہ ۱۰۰ھ میں وفات پائی۔ (اصابہ ص۱۱۱)

ایک جماعت کا قول ہے کہ امام صاحب نے صحابہ کی ایک گروہ سے ملاقات کی ہے اور ان سے روایت بھی کیا ہے۔ مگر مورخین کے نزدیک یہ قول پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ مگر پھر بھی امام صاحبؒ متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملے ہیں۔ علامہ ابن خلکانؒ امام صاحبؒ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں،

وادرك ابو حنيفة اربعة من الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين وهو انس بن مالك وعبد الله بن ابي اوفى بالكوفة وسعد بن سعد الساعدي بالمدينة وابو الطفيل عامر بن واثلة بمكة	امام ابو حنیفہ نے چار صحابہ کو پایا ہے۔ انس بن مالک سے، عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے کوفہ میں۔ سہل بن سعد ساعدی سے مدینہ میں۔ ابو الطفیل عامر بن واثلہ سے مکہ میں

پھر اس کے بعد علامہ اپنی رائے کو ظاہر کرتے ہیں کہ ولم یلق احدا منهم ولا اخذ عنه۔ نہ ان میں سے کسی سے ملاقات کی اور نہ استفادہ کیا، مگر صحیح یہ ہے کہ آپ نے متعدد صحابہ سے ملاقات کی ہے جیسا کہ بعد کے بیانات سے ثابت ہوگا۔ خصوصیت کے ساتھ حضرت انس بن مالک کی ملاقات کے تو اکثر مورخین و محدثین قائل ہیں۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے[1]

[1] بحوالہ ابن خلکان حصہ ۱ ص۲۹۴

علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ آپ نے حضرت انس کو بچپن میں دیکھا ہے آپ فرماتے ہیں

رأى انس بن مالك غير مرة لما قدم عليهم الكوفة رواه ابن سعد عن سيف بن جابر انه سمع ابا حنيفة يقول

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بارہا دیکھا جب کہ حضرت انس کوفہ تشریف لائے تھے ابن اسعد نے بحوالہ حضرت سیف بن جابر خود امام صاحبؒ کا بیان نقل کیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے[۳] امام صاحب رح خود فرماتے ہیں کہ حضرت انس رح کو بارہا دیکھا ہے اور وہ سرخ خضاب کیا کرتے تھے[۴] مورخ ابن ندیم نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ تابعی تھے متعدد صحابہ سے ملاقات کی تھی۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ کا قول ان کے فتوی سے شیخ ابن حجرؒ مکی نے نقل کیا۔ کہ امام ابوحنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات[۶] کی جو کوفہ میں امام کی ولادت ۸۰ھ کے بعد موجود تھے۔ اس لئے آپ تابعینؒ کے گروہ سے ہیں، اور یہ فخر آپ کے حاضرین ائمہ امصار کو حاصل نہ ہوا، جیسے اوزاعیؒ شام میں، حمادؒ بصرہ میں، ثوریؒ کوفہ میں، مالکؒ مدینہ میں، لیث بن سعد مصر میں[۶]۔ ان مذکورہ محدثین و مورخینؒ کے علاوہ علماء حدیث کی ایک بڑی جماعت کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ البتہ بعض لوگوں کا دعویٰ کہ آپ نے صحابہؓ سے روایت بھی کی ہے صحیح نہیں ہے۔ اگر امام صاحب صحابہ سے روایت کئے ہوتے تو آپ کے اصحاب و تلامذہ جیسے امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ جو فقہ کے بازو ہیں اپنی تصنیفات میں ضرور نقل کرتے۔ حالانکہ اس کے متعلق ان حضرات سے کچھ منقول نہیں ہے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ امام صاحب نے صحابہؓ کی ملاقات کو غنیمت سمجھ کر ان سے کچھ استفادہ کر لیا ہو۔ صحابہ سے روایت نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ابتداءً آپ اپنے خاندانی پیشہ ریشم کی تجارت میں لگے رہتے تھے اور علم کی طرف کوئی خاص توجہ نہ تھی، یہانتک کہ امام شعبی نے آپکی لیاقت دیکھ کر تحصیل علم کی ہدایت کی۔

تعلیم امام صاحب کے متعلق یہ تو معلوم ہو چکا کہ کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہیں آپ کی نشوونما ہوئی۔ آپ شروع ہی سے تجارتی کاروبار میں مصروف رہے اور کام کو اچھے طریقے پر چلاتے رہے۔ آپکی جوانی کے وقت علم کی عام تحریک پیدا ہوئی۔ جوں جوں زمانہ گذرتا تھا صحابہ کرام سے جو علوم شرعیہ کے

---

[۲] تذکرۃ الحفاظ طبع دوم حیدرآباد جلد اصفحہ ۱۵۸ ذکر ابوحنیفہؒ [۳] تہذیب التہذیب صفحہ ۴۴۹ [۴] الخیرات الحسان ص ۲۳ [۵] الفہرست لابن ندیم صفحہ ۲۸۴ [۶] الخیرات الحسان ص ۲۳

منبع و مخرج تھے دنیا خالی ہوتی جاتی تھی اس لئے لوگوں کو علم کی طرف زیادہ رغبت ہوگئی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوئے تو علم دین کی طرف خاص توجہ فرمائی۔ اس لئے امام صاحب کو بھی علم کا شوق دامنگیر ہوا، نیز انہیں دنوں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ ایک دن آپ کسی کام سے بازار جا رہے تھے۔ امام شعبی کا مکان راستہ ہی میں تھا، جب آپ سامنے سے گذرے تو انہوں نے یہ سمجھ کر کہ کوئی نوجوان طالب علم ہے پاس بلا لیا۔ پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو۔ امام صاحب نے کہا فلاں کام سے جا رہا ہوں۔ امام شعبی نے فرمایا کہ مجھکو یہ پوچھنا نہیں ہے، میرا مطلب یہ ہے کہ تم کس سے پڑھتے ہو۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ کسی سے نہیں پڑھتا، امام شعبی نے فرمایا کہ مجھکو تم میں قابلیت کے جوہر نظر آتے ہیں۔ تم علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو۔

آپ کے دل میں امام شعبی کی یہ نصیحت گھر کر گئی، اور بازار کو چھوڑ کر تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔ ابتدا میں علم کلام کی طرف توجہ کی۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس فن میں اتنی مہارت حاصل کر لی کہ یکتائے روزگار ہو گئے، ہر شخص کی نظر آپ کی طرف اٹھنے لگی، بسلسلہ تجارت اکثر بصرہ جاتے تھے۔ کیونکہ وہ اس وقت ہر قسم کے مذاہب کا اکھاڑا تھا۔ بیسیوں فرقے وہاں موجود تھے۔ بسا اوقات ایک ایک سال سے زیادہ ٹھہر جاتے تھے اور مختلف فرقوں سے مناظرہ کرتے تھے۔ آپ علم کلام کو بہترین علم سمجھتے تھے۔ کیونکہ عقائد کی بنیاد اسی پر ہے۔ پھر دل میں خیال پیدا ہوا کہ صحابہؓ اور تابعین کو اس فن سے کوئی تعلق نہ تھا۔ حالانکہ وہ لوگ ان چیزوں کو زیادہ جانتے تھے۔ بلکہ ان حضرات نے اس سے سخت ممانعت فرمائی ہے اور ان کی توجہ صرف شرعی احکام، فقہی مسائل اور انہی کی تعلیم پر تھی۔ اس خیال سے طبیعت علم کلام سے پھر گئی۔ انہی دنوں ایک عورت نے آپ سے پوچھا کہ ایک آدمی اپنی عورت کو طلاق سُنّی دینا چاہتا ہے۔ اسکا کیا طریقہ ہے؟ آپ جواب نہ دے سکے اور کہا کہ جاؤ حمادؒ سے (جن کا حلقۂ درس آپ کی بیٹھک کے قریب تھا) پوچھ لو اور پھر مجھے بھی بتا دو۔ چنانچہ اس عورت نے حمادؒ سے پوچھکر امام صاحب کو بتلا دیا۔ اس واقعہ سے امام صاحب کی توجہ علوم شرعیہ کی طرف اور زیادہ ہوگئی۔"

طلب فقہ | حماد بن ابی سلیمان کا وطن کوفہ تھا اپنے وقت کے یکتا تھے۔ حضرت انسؓ سے حدیثیں سنی تھیں اجلہ تابعین کی صحبت سے ستفیض ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے فتاوی کا دار مدار آپ ہی پر تھا۔ امام ابو حنیفہ علم کلام چھوڑ کر حمادؒ کے حلقہ درس میں بیٹھنے لگے اور اپنی لیاقت کی وجہ سے جو کچھ حمادؒ سے سُنتے تھے یاد کر لیتے تھے۔ حمادؒ نے آپ کی جودت طبع دیکھ کر اپنے سامنے صدر حلقہ میں بٹھایا۔ دس برس تک امام صاحب حماد کے درس میں بیٹھتے رہے اور فقہ کی زیادہ تعلیم حماد ہی سے حاصل کی۔ پھر اس کے بعد

امام صاحب کو خیال پیدا ہوا کہ حماد سے الگ ہو کر ایک مستقل حلقہ درس خود قائم کریں رات کو یہ بات سوچ کر حماد کے حلقۂ درس میں بیٹھے، اتفاق سے اسی روز حماد کے ایک رشتہ دار کے انتقال کی خبر آگئی۔ جن کا وارث سوا حماد کے اور کوئی نہ تھا۔ یہ خبر سُنکر وہ اس کا مال لینے کے لئے امام صاحب کو اپنا جانشین کر کے چلے گئے۔ اس مدت میں امام صاحب سے لوگوں نے ساٹھ ایسے مسئلے پوچھے جن کو آپ نے اپنے استاذ سے نہ سنا تھا، اور اُن کے جوابات بھی دیدیئے۔ جب حماد دو مہینے کے بعد واپس آئے تو آپ نے ان تمام مسائل کو پیش کیا۔ جن میں سے چالیس مسائل میں استاد نے موافقت اور بیس میں مخالفت کی۔ اس کے بعد امام صاحب نے قسم کھالی کہ زندگی بھر حماد سے جدا نہ ہوں گے ۱؎

طلب حدیث امام صاحب اگرچہ حماد کے تا دم آخر شاگرد اور فقہ و حدیث کی تعلیم حاصل کرتے رہے، مگر اسی دوران میں کوفہ کے اور محدثین سے بھی حدیثیں پڑھنی شروع کر دیں۔ کوفہ میں کوئی ایسا محدث نہ تھا جس کے سامنے آپ نے زانوئے شاگردی طے نہ کیا ہو۔ تاہم آپ کو سیری نہ ہوئی اور طلب حدیث کے لئے حرمین شریفین کا متعدد بار سفر کیا، مکہ معظمہ میں علماء سے مستفیض ہوئے اور سند حدیث حاصل کی خصوصیت کے ساتھ عطاء بن ابی رباحؒ اور عکرمہؒ سے مدینہ منورہ میں، ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مولیٰ سلیمانؒ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت سالم بن عبداللہؒ سے حدیثیں سیکھیں۔

آپ کے شیوخ امام صاحب کے شیوخ حدیث بہت زیادہ تھے، امام ابوحفص الکبیر نے آپ کے شیوخ حدیث چار ہزار بتلائے ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ صرف تابعین میں سے آپکے شیوخ چار ہزار تھے ان میں چند مشاہیر کے نام یہ ہیں :- عطاء بن ابی رباح، عاصم بن ابی النجود، علقمہ بن مرثد، حماد بن سلیمان حکم بن عتیبہ، سلمہ بن کہیل، ابوجعفر محمد بن علی، علی بن الاقمر، زیاد بن علاقہ، سعید بن مسروق الثوری، عدی بن ثابت الانصاری، عطیہ بن سعید العوفی، ابوسفیان السعدی، عبدالکریم ابوامیہ، یحییٰ بن سعید الانصاری، ہشام بن عروہ (فی آخرین) ابواسحٰق السبیعی، محارب بن دثار، ہیثم بن حبیب الصواف، محمد بن المنکدر، نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر، سماک بن حرب ۲؎

تدریس و افتاء سنہ ۱۲۰ھ میں حماد کا انتقال ہو گیا، جس سے کوفہ کی علمی مجالس بے رونق ہو گئیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فقہ کا حامل اب دوسرا کوئی نہ تھا، اس لئے لوگ پریشان ہوئے کہ ان کا جانشین کس کو مقرر کریں۔ حماد کے لائق فرزند نے باپ کی جگہ لی اور نحو اور علم کلام کی طرف نسبتہً زیادہ مائل تھے۔ اس وجہ سے لوگوں کو ان سے سیری نہ ہوئی۔ ان کے بعد موسیٰ بن کثیر جو بڑوں کی صحبت سے

۱؎ الخیرات الحسان ص۲۶ و ۲۹ ۲؎ تہذیب التہذیب ج۱۰ ص۴۴۹ ۳؎ ابن خلکان ج۲ ص۲۹

بہرہ مند ہوئے - اور فقہ میں کوئی خاص امتیاز نہ رکھتے تھے - اپنے استاد حماد کی جگہ پر بیٹھے اور کام کرتے رہے - کچھ دن کے بعد موسیٰ بن کثیر حج کو چلے گئے تو تمام لوگوں نے امام صاحب پر اتفاق کیا اور آپ سے اس چیز کی درخواست کی - آپ کی طبیعت درس و افتا سے گھبراتی تھی اور اپنے اوپر اطمینان نہ تھا لیکن حماد کا جانشین بھی کوئی نہ تھا - اس لئے آپ نے فرمایا کہ "میں نہیں چاہتا کہ علم کا خاتمہ ہو جائے" اور ان کی درخواست منظور کر کے مسند تدریس کو مزین فرمایا -

اسی زمانہ میں آپ نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کھود رہے ہیں، اور ہڈیوں کو جمع کر کے اپنے سینے سے لگا رہے ہیں - اس خواب سے آپ بہت زیادہ گھبرائے اور ابن سیرین سے جو تعبیر کے امام تھے پوچھا کہ اس کی کیا تعبیر ہے - ابن سیرینؒ نے بتلایا کہ اس خواب کا دیکھنے والا ایسے علوم شائع کرے گا کہ اس سے پہلے کوئی نہ جانتا تھا - اس سے آپ کو اطمینان و سکون ہوا - اور استقلال سے درس و افتا کے کام انجام دینے لگے [1]

شروع میں حمادؒ کے پرانے شاگرد آپکے حلقہ درس رہتے تھے، لیکن کچھ دن کے بعد آپ کی شہرت تمام عالم اسلام میں پھیل گئی - اور اطراف عالم کے تشنگان علم آپ کے یہاں آنے اور دریائے علم سے اپنی پیاس بجھانے لگے - مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، بغداد، مصر، یمن، خوارزم، سمرقند، بخارا، نیشاپور، جرجان، اصبہان، طبرستان، سیستان، غرضکہ اسلامی دنیا کے ہر خطہ کے ہزارہا طلبہ آپکے درس میں شریک ہوتے تھے -

آپ کا معمول تھا کہ جب کسی مسئلہ کی تنقیح مقصود ہوتی تو آپ کوفہ کی جامع مسجد میں اپنے تلامذہ کی مجلس منعقد کرتے - ایک ایک مہینہ اور کبھی اس سے بھی زیادہ سلسلہ بحث قائم رہتا بحث و تمحیص کے بعد آخر کار جو رائے قرار پاتی اس کی یادداشت امام ابو یوسفؒ قلمبند کر لیتے، اس طرح فقہ حنفی کی تدوین میں ایک بہت بڑا دفتر تیار ہو گیا تھا جس میں کئی لاکھ مسائل درج تھے،

امام صاحب اپنے شاگردوں پر بہت شفقت کرتے تھے اور ہمیشہ ان کی دلجوئی کرتے تھے، شریکؒ کا بیان ہے کہ امام صاحب جس کو پڑھاتے اس کو روزی سے بے پرواہ کر دیتے اس شخص اور اس کے اہل و عیال پر خود خرچ کرتے - اور جب تحصیل علم کر لیتا تو آپ فرماتے کہ اب تم حلال و حرام جان لینے کی وجہ سے غنا اکبر کو پہنچ گئے - امام ابو یوسفؒ طالب علمی کے زمانہ میں بہت تنگدست تھے ماں باپ پڑھنے سے روکتے تھے - کہ گھر کا کام کرو ایسی حالت میں امام صاحبؒ ان کی مدد کرتے تھے - خود امام ابو یوسفؒ کا بیان ہے کہ امام صاحب نے بیس سال تک میری اور میرے عیال کی کفالت فرمائی - ایک مرتبہ اپنے

[1] الخیرات الحسان وغیرہ

ایک شاگرد کو پرانے میلے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا۔ ان سے کہا کہ تم بیٹھ جاؤ۔ جب سب لوگ چلے گئے تو آپ نے فرمایا کہ مصلے کے نیچے کچھ رقم ہے اسے لیکر اپنے لئے کپڑا بنوالو۔ انہوں نے دیکھا تو ہزار درہم تھے

آپ کے تلامذہ | امام صاحب کے شاگردوں کا استیعاب بہت مشکل ہے بعض ائمہ کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ کے اصحاب و تلامذہ اس قدر زیادہ ہیں کہ مشہور ائمۂ اسلام میں سے کسی کے اتنے شاگرد نہ ہوئے۔ بعضوں نے امام صاحبؒ کے آٹھ سو شاگردوں کے حالات مع نام و نسب کے لکھے ہیں۔ ان میں سے چند کے نام جو کسی نہ کسی وجہ سے خاص شہرت رکھتے ہیں یہ ہیں۔ حماد بن ابی حنیفہ، ابراہیم بن طہمان، حمزہ بن حبیب الزیات، زفر بن الہذیل، ابو یوسف، ابو یحیی الحمانی، عیسی بن یونس، وکیع، یزید بن زریع، اسد بن عمرو البجلی، حکام بن یعلی بن مسلم الرازی، خارجہ بن مصعب، عبدالمجید بن ابی رواد، علی بن مسہر، محمد بن بشر العبدی، عبدالرزاق، محمد بن الحسن الشیبانی، مصعب بن المقدام، یحیی بن یمان، ابو عصمہ نوح بن ابی مریم، ابو عبدالرحمن المقری، ابو نعیم، ابو العاصم (وآخرون)؎ شیخ المحدثین عبداللہ بن المبارک، شیخ الزہاد داؤد الطائی۔

وفات

امام ابوحنیفہ کے دشمنوں نے خلیفہ منصور سے شکایت کی کہ ابوحنیفہ ابراہیم بن عبداللہ کے خروج میں شریک ہیں اور خفیہ امداد کرتے ہیں۔ اس وجہ سے منصور امام صاحب کی طرف سے مطمئن نہ تھا۔ اور امام صاحب کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ ۱۴۶ھ میں اس نے آپ کو قضاء کے بہانے بغداد میں طلب کیا۔ جب آپ دربار میں پہنچے تو عیسی بن موسی نے ان لفظوں سے تعارف کرایا یا امیر المومنین ما ھذا عالم الدنیا الیوم۔ یہ شخص دنیا میں سب سے بڑا عالم ہے۔ منصور نے امام صاحب سے پوچھا: آپ نے علم کس سے حاصل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اصحاب عمر و علی و عبداللہ بن مسعود سے۔ منصور نے کہا کہ آپ نے موثق طور پر تحصیل علم کی ہے۔ پھر اس نے امام صاحب کے لئے عہدہ قضاء تجویز کیا۔ آپ نے عذر کیا۔ کہ میں اس کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ منصور برابر قسم کھاتا رہا کہ آپ کو عہدۂ قضاء قبول کرنا پڑیگا۔ اور امام صاحب بھی قسم کھاتے تھے کہ میں نہیں قبول کروں گا۔ اس پر ربیع حاجب نے غصہ ہو کر امام صاحب سے کہا کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ امیر المومنین بار بار قسم کھاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ امیر المومنین کو کفارہ ادا کرنا بہ نسبت میرے زیادہ آسان ہے۔ اس کے بعد منصور نے آپ کو قید کر لیا۔ مگر پھر بلا کر سمجھایا بجھایا کہ قضاء کو قبول کریں۔ لیکن امام صاحب نے معذرت کی کہ میں عجمی ہوں عربی لوگ میری حکومت ناپسند کریں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ منصور نے غصہ ہو کر کہا کہ تم جھوٹے ہو۔ تم قضاء کی صلاحیت رکھتے ہو۔ اس پر امام صاحب نے کہا کہ

؎ تہذیب التہذیب جـ ۴۴۹

تم نے خود میرا فیصلہ کر لیا۔ اگر میں سچا ہوں تو میں نے خود نا اہلیت کی خبر دیدی ہے اور اگر جھوٹا ہوں، جیسا کہ تم کہتے ہو تو جھوٹا آدمی کیسے قاضی ہو سکتا ہے۔ اسکے بعد منصور نے آپ کو بالکل قید کر دیا۔"

منصور نے جو سوچ کر آپ کو قید کیا تھا اس میں کامیاب نہ ہوا۔ یعنی آپ کا اثر عوام پر سے کم نہ ہوا۔ آپ کی علمی شہرت کی وجہ سے قید خانہ دار العلم بن گیا، سلسلہ درس برابر جاری رہتا تھا۔ امام محمدؒ نے قید خانہ ہی میں آپ سے تعلیم حاصل کی۔ آخر کار منصور نے یہ سوچا کہ آپ کو زہر دیدیا جائے۔ چنانچہ آپکو زہر دیدیا گیا، جس وقت زہر کا احساس ہوا۔ آپ سجدہ میں گر پڑے اور سجدہ میں شہید ہو گئے، آپ کی شہادت کا یہ واقعہ رجب ۱۵۰ھ کا ہے، آپ کی عمر اس وقت ستر سال کی تھی کم وبیش چار سال تک آپ قید خانہ میں رہے۔ نعش مبارک کو پانچ آدمیوں نے قید خانہ سے نکالا۔ ابو رجا عبداللہ بن واقد الہروی بانی جانتے تھے اور بغداد کے قاضی حسن بن عمارہ غسل دیتے اور کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے اور آپکو بخش دے تیس سال سے برابر روزہ رکھتے تھے۔ چالیس سال سے رات کو آرام نہ کیا تھا۔ آپ نے اپنے بعد لوگوں کو مایوس کر دیا۔ کہ آپ کے مرتبہ کو پہنچیں۔

آپ کی وفات کی خبر تمام شہر بغداد میں برق کی طرح سرعت سے پہنچ گئی۔ اور سارا شہر امنڈ کر چلا آیا۔ چھ مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ پہلی مرتبہ پچاس ہزار آدمی جنازہ میں شریک تھے۔ آخری نماز آپ کے فرزند حماد نے پڑھائی۔ ازدحام کی وجہ سے عصر کے وقت آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ دفن کے بعد چالیس روز تک برابر لوگ قبر پر نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ (باقی)

فلسفہ ایمان

حیات بعد الممات کی اہمیت و ضرورت اور اسکا ثبوت

(از جناب مولینا افتخار احمد صاحب چھپردی)

یوم آخر یا حیات بعد الممات کے مسئلہ کی اہمیت اسی سے ظاہر ہے کہ اسلام نے اسکو ایمانیات میں شمار کیا ہے - اور سچ تو یہ ہے کہ اگر حیات بعد الممات اور محاسبۂ اعمال کی اہمیت کو نظر انداز کر دیا جائے تو کسی مذہب کا نظام ملی برقرار نہیں رہ سکتا - بلکہ نتائج اعمال سے بے فکری ایکطرف روح سعید کے منازل ارتقا میں شدید رکاوٹ اور دوسری طرف سیئات و کبائر کی گرم بازاری کا سبب ثابت ہوگی - مسجدوں کی رونق، مندروں کی چہل پہل، خانقاہوں کا نعرۂ ہو حق، عاصیوں کا نالۂ شبگیر، عابدوں کی دعاے سحر گہی محاسبۂ اعمال ہی کے دامن سے وابستہ ہیں - تاریخ و واقعات اس پر شاہد ہیں کہ وہ سخت ترین اور بگڑی ہوئی قومیں جن کو قیصر و کسریٰ کی زبردست سلطنتیں سیدھا نہ کر سکیں، تلوار کی دھاریں، نیزوں کے پھل، تیروں کی بارش جن کے نظام تمدن تک کو درست نہ کر سکیں، محاسبۂ اعمال کی حقیقت کے واشگاف ہوتے ہی وہ قومیں فطرت کے سانچے میں ڈھل گئیں - نظام تمدن تو ایک معمولی سی چیز ہے یوم آخر پر ایمان لاتے ہی ان کا اخلاقی و روحانی نظام اتنا مکمل ہو گیا کہ آج دنیائے علم و حکمت کے سدرۃ المنتہی پر پہنچنے کے باوجود اُن کی تقلید و تتبع پر مجبور ہے - جہاں بڑی سے بڑی قوتیں امن و امان قائم کرنے سے مجبور رہیں - خدارا مجھکو بتلائیے اس سرزمین کے لیے امن و سلامتی کا گہوارہ کونسی مبارک شئی ثابت ہوئی ؟!

ابھی آپ کو شاید فیصلہ میں تامل ہو - لیکن آپ کو ماننا پڑیگا کہ وہ بستی جو اخوت و ہمدردی کو ترستی تھی، جہاں محاسنِ اخلاق چاک گریباں اور مصروف ماتم نظر آتے تھے وہ سرزمیں جہاں آئے دن خون کی ندیاں بہا کرتی تھیں - وہ ظلمتکدہ جہاں مکارم اخلاق کی ایک بھی کرن کبھی نہ چمکی " اس کو اخوت و ہمدردی کا مرکز - محاسنِ اخلاق کا مقامِ اولیں، امن و سلامتی کا سدا بہار باغ، مکارمِ اخلاق کا بقعۂ نور " حیات بعد الممات " کے عقیدہ اور محاسبۂ اعمال کے یقین نے بنا دیا -

تلواروں سے بازار کے شریروں کو روکا جا سکتا ہے - حکومت کا زور راستے کے ڈاکوؤں کو مرعوب کر سکتا ہے - فوجی قوت جسم و مال پر حملہ آور کا سر کچل سکتی ہے - لیکن کیا تلواروں سے روح کی شرارتوں کو کاٹا جا سکتا ہے ؟ کیا حکومت کا زور اخلاق کے رہزنوں کا راستہ روک سکتا ہے ؟ کیا فوجی

طاقتیں روح پر حملہ کرنے والے غلیم کا سر کچل سکتی ہیں؟ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ محاسبۂ اعمال ہی کی یہ طاقت ہے جس نے درندوں کی بستی کو رشک عالم ملکوت بنا دیا۔ میری اس مختصر سی تحریر سے حیات بعد الممات کی اہمیت کا احساس ہو گیا ہو گا۔ اور یہ سمجھنا بھی آسان ہو گیا ہو گا کہ ظاہری و باطنی نظام کی استواری اخلاق کی درستگی میں اس عقیدہ کو کتنا شدید دخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مذاہب عالم نے بادائش عمل کو مذہب کا بنیادی اصول قرار دیا۔

مسئلہ کی اہمیت کے اظہار کے بعد جو مرحلہ رہ جاتا ہے وہ اس کا ثبوت ہے کہ حیات بعد الممات اور بادائش عمل کوئی نفس الامری اور واقعی شے ہے یا بانیان مذاہب کا محض ذہنی تخیل؟ جملہ معترضہ کے طور پر مجھے عرض کرنے دیجئے کہ اگر بفرض یہ عقیدہ بانیان مذاہب کا ایک نظام تخیلی بھی ہو پھر بھی انسانی زندگی کے خوشگوار بنانے کا کفیل ہے۔ اور بغیر اس کے انسانوں کی دنیا درندوں کی بستی ہے۔ بہر حال! میں یہ عرض کر رہا تھا یہ عقیدہ کوئی حقیقت رکھتا ہے یا محض ایک ذہنی تخیل ہے؟

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ہر حاکم، ہر بادشاہ ملکی نظام کو قائم کرنے کے لئے اپنی رعایا پر کوئی نہ کوئی قانون جاری کرتا ہے، قانون کا احترام کرنے والوں اور اس پر پابندی سے عمل کرنے والوں کے لئے انعام و اکرام مقرر ہوتے ہیں، سرکشوں، قانون شکنی کرنے والوں کے لئے جیل خانے اور طرح طرح کی سزائیں ہوتی ہیں۔ حق تعالیٰ ساری کائنات کا حاکم مطلق اور شاہنشاہ ہے، اس کا ایک فطری قانون ہے جو ساری کائنات پر بالعموم اور بنی نوع انسان پر بالخصوص جاری ہے۔ حق تعالیٰ کی بادشاہت اور اس کے قوانین کا نفاذ اس کے متقاضی ہیں کہ وہ حاکم مطلق ایک دن کرسی عدالت پر بیٹھکر اپنی رعایا سے پیروی قانون کے متعلق محاسبہ فرمائے۔ اسی محاسبہ کے دن کو قرآن یوم آخر، ساعت، قیامت، قارعہ، نبا عظیم جیسے عنوانات سے تعبیر فرماتا ہے۔ اسی طرح اگر انسانی حقیقت پر غور کیا جائے تو اس میں ہمیں دو چیزیں نظر آتی ہیں۔ ایک اس کا جسمانی ڈھانچ اور دوسرے روح۔ اور جو کچھ انسان کرتا ہے اس سے مستفید یا تو بدن ہوتا ہے یا روح فائدہ حاصل کرتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اعمال انسانی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک بدنی دوسرے روحانی۔ مثلاً چلنا پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، آنا جانا، یہ بدنی اعمال ہیں۔ محبت، اخوت، سخاوت، شجاعت، سرکشی، اطاعت یہ روح کے اعمال ہیں۔ اور جس طرح ہر بدنی عمل کا ایک نتیجہ ہوتا ہے اسی طرح روحانی عمل کا بھی کوئی نتیجہ ہونا چاہیے۔ جس طرح کھانا کھانا پانی پینا بیکار نہیں جاتا بلکہ ایک اثر اور ایک نتیجہ رکھتا ہے اسی طرح نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کا بھی ایک نتیجہ اور اثر ہونا چاہیے۔ اور اس نتیجہ کی برآمدگی کا ایک وقت ہونا چاہیے۔ اس وقت مقرر کو ہم قیامت

یا یوم آخر کہتے ہیں۔ ان دو ضعیف المؤنتہ دلیلوں کے علاوہ اور بہت سی دلیلیں یوم آخر کے ثبوت پر پیش کی جاسکتی ہیں، جن کو سردست طوالت کے خوف سے چھوڑتا ہوں، اگر قدرت نے موقع دیا تو انشاء اللہ تعالیٰ پھر اس کے متعلق لکھوں گا۔ اس وقت تو مجھے صرف اتنا ظاہر کرنا مقصود تھا کہ یوم آخر بانیان مذاہب کے ذہنی تخیل کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ قانون قدرت کا ایک ایسا صحیح اور اٹل فیصلہ ہے جو کبھی غلط ہی نہیں ہوسکتا یہی وجہ ہے کہ فلاسفہ جن کی فکر رسا نظام ہستی کا زائچہ مرتب کرنے میں بڑی مشاق سمجھی جاتی ہے اور آئے دن وہ نظام عالم کو ایک نئی ترتیب دینے میں ماہر ہیں اور سلسلہ موجودات کو گوناگوں اشکال میں پیش کرتے ہیں، انہوں نے کائنات کے ہزاروں زائچے بنائے اور بگاڑے۔ حیات بعد الممات کا مسئلہ ایک ایسا مضبوط اور مستحکم مسئلہ تھا کہ فلسفہ کا تخریبی عمل اس پر کارگر نہ ہو سکا۔ اور انہیں اس کے استحکام کے سامنے بالآخر سر جھکا دینا پڑا۔

آج دنیا میں دو نظام رائج ہیں۔ ایک "نظام شمسی" اور دوسرا "نظام کشش"۔ اول الذکر کا یہ فیصلہ ہے کہ آفتاب ایک کافی مقدار میں روزانہ اپنی روشنی صرف کر رہا ہے اور روز بروز اس کی روشنی کم ہوتی جا رہی ہے۔ اور ایک خاص مدت کے بعد وہ اپنے ذخیرۂ انوار کو ختم کر کے بے نور ہو جائیگا بس وہ وقت ہوگا کہ دنیا پر عالمگیر فنا طاری ہو جائے گی۔ ناظرین کرام سوچئے نظام شمسی کا یہ فیصلہ "اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ" کی تصدیق نہیں ہے؟ نظام کشش ہمیں بتلاتا ہے کہ بزم عالم کی ہنگامہ آرائیاں ستاروں کی باہمی کشش کا نتیجہ ہے۔ ہر ستارہ دوسرے کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ اور ہر ستارہ دوسرے کی طرف کھنچا چلا جا رہا ہے۔ اور ایک ایسا وقت آئیگا جب یہ ستارے آپس میں ٹکرا جائیں گے۔ اور بزم ہستی درہم برہم ہو کر رہ جائے گی۔ ہمارا قومی شاعر اقبال (علیہ الرحمۃ) تو صرف یہ کہہ گیا ہے کہ ع جذب باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں" لیکن نظام کشش اس سے آگے ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جذب باہم جو نہیں محفل عالم بھی نہیں۔ دوستو سچ کہنا کہ نظام کشش کا یہ فیصلہ کیا "وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ" کی کھلی ہوئی توثیق نہیں ہے؟ کیا ہر دو نظام مذکور کی خدائے تعالیٰ کے دونوں فیصلے تائید نہیں کرتے؟

حاصل یہ کہ "حیات بعد الممات" سے نہ فلسفہ کو اختلاف ہے اور نہ کسی مذہب کو۔ ہر فلسفی اور ہر صاحب مذہب "حیات بعد الممات" اور پاداش عمل کو ایک نفس الامری اور واقعی شئے سمجھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ محاسبۂ اعمال کوئی لغو اور بیکار چیز نہیں بلکہ ایک اہم اور یقینی شئی ہے۔

ایک شبہہ اور اسکا جواب ممکن ہے اس موقعہ پر یہ سوال ناظرین کے ذہن میں آئے کہ پھر یہ کیا چیز ہے جسکی وجہ سے قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے "وبالآخرۃ ھم یوقنون" فرما کر اس عقیدہ کو صرف

اسلام اور مسلمانوں میں منحصر فرما رہا ہے ۔ حالانکہ تمام مذاہب پاداش عمل اور محاسبۂ اعمال کو تسلیم کرتے ہیں ۔

اس کی مختصر اور مجمل وجہ تو یہ ہے کہ کسی چیز کو اس طرح ماننا کہ اسکی حقیقت مسخ کر دی جائے اور اس کے اصلی اوصاف ، حقیقی خد وخال کو محو کر دیا جائے ۔ درحقیقت اس چیز کو ماننا نہیں ہے ۔ اس کے نام اور اس کے لفظ کو ماننا ہے ۔ مسمیٰ کا ماننا نہیں ہے ۔ یعنی تسلیم کرنے کو تو سب نے تسلیم کیا ۔ لیکن کسی نے " حیات بعد الممات " کو آواگون (تناسخ) کے چکر میں اُلجھا دیا اور کسی نے روحانی لذت والم تک محدود رکھا ۔ حالانکہ وہ سزا وجزا کیا مفید ہو سکتی ہے جس میں سزا پانے والے کو اپنی سزا یابی کا اور جزا پانے والیکو اپنے متنعم ہونے کا احساس ہی نہو ۔ تناسخ کا مآل یہی نکلتا ہے کہ اولاً تو سزا یا جزا پانے والے شخص کو اپنے پہلے جنم کے اعمال کی خبر ہی نہیں ہوتی ۔ اور پھر نہ اسے یہ اطلاع ہوتی ہے کہ یہ بدلی ہوئی صورت سزا ہے یا جزا ۔ اور سزا ہے تو کس گناہ کی پاداش ہیں ۔ اور جزا وانعام ہے تو کس اچھے کام کے معاوضہ میں ۔ اسی طرح روح کی ترقیوں کو تعلق بالبدن کے ساتھ وابستہ ماننا اور التذاذ و تالم کے وقت اسکو بدن سے مستغنی کر دینا کسی ہوشمند انسان کے سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے ۔

کیا آپ نے یہ نہیں دیکھا کہ پولیس مجرم کو جس حالت وہیئت میں گرفتار کرتی ہے عدالت کے سامنے اسی ہیئت وصورت میں پیش کرتی ہے ۔ ملزم اپنی شکل میں بطبع اپنی اصلی ہیئت وصورت میں پیش کئے جاتے ہیں اسی طرح روح کو بھی اس کے لباس کے ساتھ ساتھ لذت والم کی منزلیں طے کرنی چاہئیں لہٰذا بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ تناسخ کو ماننے والے یا روحانی لذت والم تک سزا وجزا کو محدود رکھنے والے درحقیقت یوم آخر کے ماننے والے نہیں ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن ایمان بالارادہ کو مسلمانوں میں منحصر کر رہا ہے کہ مسلمان ہی دراصل " حیات بعد الممات " یا " یوم آخر " کے حقیقی مفہوم اور اس کے اصلی مصداق سے آشنا ہیں ۔ اور اس پر اعتقاد رکھتے ہیں ۔

یہ تو تھی اجمالی وجہ ۔ اور تفصیلی وجہ کے ذکر کے لئے ایک دفتر چاہئے ، طویل دفتر اس لئے اس مختصر سی تحریر پر ختم کرتا ہوں ۔ والسلام علی من اتبع الهدیٰ ۔

ناگہانی پریشانی

جب کہ رسالہ تیار ہو رہا تھا تو مولانا قدرت اللہ صاحب کاتب رسالہ ہٰذا آشوب چشم میں مبتلا ہو گئے ۔

افسوس ہم اس مرتبہ بھی ٹھیک وقت پر رسالہ ناظرین کی خدمت میں پیش نہ کر سکے ۔ جس کا ہمیں قلق ہے اور ندامت ۔

(مدیر)

سیرت اصحاب صفہ
اصحاب صفہ کون کون حضرات تھے

مقبولانِ بارگاہ کی مقدس جماعت

(از حضرت مولانا محمد شفیع اللہ صاحب سہسرامی مدرس دارالعلوم معینیہ اجمیر)

گذشتہ سے پیوستہ)

حنظلہ بن ابی الراہب۔ سلسلہ نسب یہ ہے کہ حنظلہ بن ابی عامر بن صیفی بن مالک بن امیہ بن ضبیعۃ آپ غسیل الملئکہ ہیں آپکے والد ابو عامر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دین حنیفیت کی یاد میں رطب اللسان تھے، جب ماہ نبوت اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوا تو شقاوت ازلی نے عناد وحسد پر مجبور کیا، اور خوب دل کھول کر کینۂ قلبی کا ثبوت دیا، مدینہ سے نکلکر کفار قریش کے ساتھ ہوا اور احد میں مسلمانوں کے مقابلہ میں آیا، مکہ واپس آیا تو حسد نہانی نے روم جانے پر مجبور کیا آخر ۹ھ میں مرگیا اور دولت اسلام سے محروم رہا۔ مصرع شمشیر نیک ز آہن بد چوں کند کسی

ابر گر آب زندگی بارد ہرگز از شاخ بید برنخوری

صاجزادے (حنظلہ) کی فطرت سلیم تھی، عہد خردی ہی سے آثار بزرگی نمودار تھے بمصداق

بالائے سرش ز ہوشمندی

می تافت ستارۂ بلندی

سعادت ازلی نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی چاکری نصیب فرمائی مشرف بہ اسلام ہوکر اسلام کی بڑی بڑی خدمتیں انجام دیں اور دین متین کے استحکام کی خاطر کفار کا خوب خوب مقابلہ کیا آخر جنگ احد میں شہید ہوئے صدق اللہ تعالیٰ یخرج الحی من المیت۔ شہادت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حنظلہ کو ملائکہ غسل دے رہے ہیں۔ حرم محترم سے سوال کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ہامہ یعنے نفیر عام سنتے ہی دین محمدی کا پروانہ بے غسل کئے نکل پڑا تھا۔ آج ہمارے وہ نوجوان جو بادۂ عیش وکامرانی میں مست و سرخوش ہیں دیدۂ عبرت وا کریں اور گریبان میں منہ ڈالیں کہ ہماری خوشی عیش مذہب وملت کے لئے کہاں تک قربان کی جاتی ہے۔

خبیبؓ بن لیساف۔ کنیت ابو عبد الرحمن۔ سلسلہ نسب یہ ہے حبیب بن لیساف بن عتبہ بن عمرو بن خدیج۔ امام واقدی کا بیان ہے کہ حبیب کا اسلام متاخر ہے جبوقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم

جنگ بدر کے لئے تشریف لے جا رہے تھے، راستہ میں شرف ملاقات حاصل ہوا۔ اسلام قبول کیا۔ بدر، احد
خندق اور تمام مشاہد میں شریک ہو کر داد شجاعت و مردانگی دیا۔ حبیبہ بنت خارجہ زوجہ محترمہ حضرت
صدیق اکبرؓ سے بعد وفات صدیق اکبرؓ سے عقد کیا۔ خبیب کو امیۃ ابن خلف نے بدر میں زخمی کر دیا تھا
آخر اس دشمن دین کو خبیبؓ نے جہنم واصل کیا۔ خلافت عثمانی میں خبیبؓ کی وفات ہوئی۔

جاریہ بن شبعہ۔ اسلام قبول کر کے ملازم صحبت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں یہ سلسلہ نسب یہ ہے
جاریہ بن شبہ بن قرط بن مرہ بن نصر بن دہمان۔ جنگ بدر میں کہ درحقیقت عرب کی سیاست کا خاتمہ
تھا شریک تھے۔ بڑی بہادری اور دلیری سے کفار کا مقابلہ کیا۔ جنگ احد میں کہ تمام طاغوتی قوت اور
طوفان نے شمع اسلام کو گل کرنے کی ناکام کوشش کی تھی پروانہ وار نثار ہو گئے۔

جعیل بن سراقہ۔ غفاری ہیں حافظ سیوطیؒ نے ضمری لکھا ہے۔ بعض اہل سیر کا خیال ہے کہ ثعلبی ہیں
بڑے صاحب فضل و کمال تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدح فرمائی ہے اور ان کے ایمان و ایقان پر
اعتماد ظاہر فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور داد و دہش کے سامنے ابر نیساں ہیچ تھا۔

ماقال لاقط الا انی تشہدہ
ما احسن ماقیل
لولا التشہد لم تسمع لہ لالا

ایکدفعہ حضور نے ابو سفیان۔ اقرع بن حابس۔ عیینہ بن حص۔ سہیل بن عمرو کو ایک
ایک سو اونٹ عنایت فرمائے اور جعیل کو مرحمت نہ فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جعیل کو عنایت
نہ فرمایا گیا اور ان کو بیش قدر عطیہ سے کیوں سرفراز فرمایا گیا۔ ارشاد ہوا قسم خدا کی مجھے معلوم ہے
کہ اگر اقرع وغیرہ کی طرح لوگوں سے تمام زمین پر ہو جائے جب بھی جعیل کے فضل و کمال کو نہیں
پہونچ سکتے۔ میں نے ان کو کسی بزرگی و فضیلت کی وجہ سے نہیں دیا۔ بلکہ محض تالیف قلب کے لئے دیا ہے
مجھے جعیل کے ثبات و استقلال فی الایمان پر پورا بھروسہ ہے۔ اصابہ میں ابن اسحٰق کی مغازی
سے منقول ہے کہ غزوہ بنی مصطلق جو ؁ میں ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جعیل کو مدینہ
کا عامل مقرر کیا تھا۔ غزوہ تبوک جو سب سے آخری غزوہ ہے اسمیں شریک تھے۔ سنہ وفات معلوم
نہیں۔

ثقف بن عمرو بن شمیط۔ اسدی ہیں۔ استیعاب میں اسلمی لکھا ہے۔ کنیت ابو مالک۔ بدر میں شریک
تھے۔ استیعاب میں منقول ہے کہ حنین میں اسیر بن زرام یہودی کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا اصابہ
میں ابن اسحق سے لکھا ہے کہ یوم خیبر میں شہید ہوئے۔ بعض اہل تاریخ کا بیان ہے کہ احد میں شہید ہوئے

خارم[9] بن ملقہ بن مسعود۔ غفاری یا اسلمی ہیں آپ سے ابن ماجہ، طبرانی کتب وغیرہ احادیث میں صرف ایک حدیث آپکے غلام ابوزینب سے مروی ہے دہونڈا۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ یا حازم اکثر من قول لاالہ الا اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ فانہا کنز من کنوز الجنۃ۔

حجاج[10] بن عمرو الاسلمی بشہور بن عمرو ہے مگر صحیح بن مالک ہے کما فی الاستیعاب۔ سلسلہ نسب یہ ہے حجاج بن مالک بن عومیر بن اسید بن رفاعہ بن ثعلبہ بن ہوازن بن اسلم بن افصی۔ مدنی ہیں اسلئے صحبت نبوی اور تعلیمات الہیٰ اور اخلاق نبوی سے زائد سے زائد مستفیض ہوئے۔ آپسے باب رضاعۃ میں متعدد حدیثیں مروی ہیں۔

خنیس[11] بن حذافہ۔ عبداللہ بن حذافہ سہمی کے بھائی ہیں حضرت حفصہ بنت عمر فاروق کے زوج اول ہیں ہجرۃ اولیٰ یعنے وہ ہجرت جو حبشہ کو ہوئی تھی سے واپس ہوکر مدینہ ہجرت کی۔ بدرۃ الکبریٰ میں شریک تھے۔ جنگ احد میں شریک تھے۔ اسی غزوہ میں زخمی ہوگئے تھے زخم کاری تھا، مدینہ آکر انتقال ہوا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

خریم[12] بن اوس بن حارثہ طائی۔ کنیت ابوالحام۔ صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہایت مستعدی وسرگرمی سے خدمات انجام دیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی حسن خدمات کے باعث عزیز رکھتے تھے۔ شیما بنت نفیلہ ازدیہ کو آنحضرت نے بسلسلہ پیشینگوئی خریم کو عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ حیرہ فتح کرنے کے بعد حضرت خالد بن ولید نے خریم کے سپرد کی۔ خریم سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے مراجعت فرما ہے تھے تو میں نے جمال جہاں آرا سے بصیرت و بصارت کو منور کیا۔ اسوقت عباس بن مطلب آپکی شان میں نعت پڑھ رہے تھے۔ استیعاب میں یہ اشعار نقل کئے ہیں۔ ذیل میں نعت کی مناسبت اور دلچسپی کے لئے دو شعر لکھتا ہوں۔

وانت لما ولدت اشرقت الارض	وضاءت بنورک الافق
فنحن فی ذالک الضیاء وفی	النور وسبل الرشاد نخترق،

(باقی آئندہ انشاءاللہ)

جمہوریت کا خون

از مولانا محمد اطہر صاحب کٹھکی

نظامِ عام پہ ایک شخص منفرد حاوی
اگر یہ بت شکنی ہے تو بت گری کیا ہے

مولانا محمد اطہر کٹھکی کا یہ مقالہ ربیع الاول کے پرچہ کی ترتیب کے وقت موصول ہو چکا تھا، مضامین کی کثرت کے باعث مجبوراً ربیع الاول کے پرچہ میں ۸ صفحات کا اضافہ بھی کیا گیا مگر کامیابی نہ ہو سکی۔ مضمون اپنی نوعیت کے اعتبار سے نہایت اہم ہے ہم تاخیرِ اشاعت کی معافی چاہتے ہیں اور یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وقت کے اہم تغیرات کے باوجود ناظرین کے لیے توجہ اور دلچسپی کا باعث ہوگا۔ (ادارہ)

یہ امر مسلمہ ہے کہ جس ملک میں سیاسی انقلاب ہوتا ہے اور جس جماعت اور افراد کے اندر سیاسی انقلاب کا شعور پیدا ہو جاتا ہے وہی جماعت اور افراد ملک اور قوم کی نظر میں معزز بن جاتے ہیں۔ ہندوستان میں سیاسی انقلاب کا سب سے پہلا دور وہ ہے جو ۱۹۲۱ء میں خلافت کی تحریک اور نان کوآپریشن کے نام سے ہندوستان اور دنیا کے چپہ چپہ میں مشہور ہو گئی۔ اس تحریک میں جماعتی طور پر خلافت کمیٹی اور افراد و اشخاص کے اعتبار سے علی برادران نمایاں حیثیت کے مالک تھے۔ وہی ہندوستان کی بنا کے کھیون ہار سمجھے جاتے تھے۔ اور دنیا کی نظروں میں سب سے زیادہ بیدار مغز و سیاست داں سمجھتے تھے۔ اس دوران میں خلافت کمیٹی اور علی برادران کو جو بین الاقوامی شہرت اور مقبولیت حاصل تھی۔ اتنی کانگریس اور گاندھی جی کو نہیں تھی۔ ہندوستان کی ہر چیز اور ہر بات علی برادران اور خلافت کمیٹی کی طرف منسوب کرتے ہیں لوگ فخر محسوس کیا کرتے تھے۔ لوگوں کو یہ معلوم کر کے متعجب نہ ہونا چاہیے کہ یہی کھدر کی ٹوپی جس کو آجکل لوگ گاندھی کیپ کے نام سے یاد کیا کرتے ہیں۔ کل یہی ٹوپی حسامد کیپ۔ محمد علی کیپ اور اجمل کیپ کے نام سے موسوم کی جایا کرتی تھی۔

سیاسی انقلاب کا دوسرا دور شروع ہوا تو اب نہ وہ خلافت تھی اور نہ علی برادران تھے۔ نہ اجمل اور نہ حسین احمد تھے۔ اس دور کے انقلابی قیادت اور سیادت کی بگڑی قدرت نے گاندھی جی

اور کانگریس کے سربراہ تھی۔ پھر کیا تھا جو کچھ ہیں گاندہی جی اور کانگریس۔ غرض خلافت کی انقلابی تحریک کے بعد ہمہ تن ہر چیز میں گاندہی جی اور ہر بات میں کانگریس بین الاقوامی شہرت ہے تو وہ گاندہی جی کے قدم چومتی ہے دنیا میں بہترین سیاست اگر ہے تو گاندہی اور کانگریس کے پاس ہے۔ یہیں تک نہیں بلکہ ایک طبقہ تو ایسا پیدا ہو گیا کہ کانگریس میں شریک ہونا اپنا دہرم سمجھتا ہے اور گاندھی جی کو دیوتا مانکر انکے سامنے اوندھے منہ لیٹ کر قدم چومنا باعث فخر و نجات تصور کرتا ہے۔ خیر جانے دیجئے یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے، جو طبقہ پتھر اور درخت کو پوجنے میں نجات تصور کرتا ہو یہ تو بہرصورت گاندہی جی ہیں اور انسان ہیں۔

ہمارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ انقلاب اور سیاسی انقلاب بڑی عجیب چیز ہے یہی چیز جو بظاہر تخریب ہی تخریب نظر آتی ہے بباطن تعمیر ہی تعمیر ہے۔ جن افراد اور جماعتوں نے ۔۔۔۔ نہیں۔۔۔ بلکہ جن قوموں نے زمامِ انقلاب اپنے سے غیر کے سپرد کر دیا وہ ہمیشہ ذلیل ہوئیں۔ اور جنہوں نے انقلاب کو اپنایا وہ دنیا کی نظروں میں معزز اور محترم بن گئیں۔ غرض انقلابی کی ہر بات قابل قدر اور انقلابی کا ہر عمل قابل فخر۔

سنہ ۱۹۳۰ء کی عدم تعاون کی تحریک نے گاندہی جی اور کانگریس کو سب کچھ بنا دیا ہر چیز میں گاندہی جی اور ہر بات میں کانگریس نظر آنے لگی مگر اسکے باوجود دنیا کی قومیں گاندہی جی کو ایک سیاسی رہنما اور کانگریس کو ایک سیاسی اور جمہوری جماعت تصور کرتی رہیں اگرچہ اندرونی طور پر کانگریس گاندہی جی۔ گاندہی جی کانگریس کے اصول پر عملدرآمد ہوتا رہا ہے ہمیں زیادہ اصرار نہیں کرنا چاہئے ہمیشہ ہر جماعت کے افراد میں ایسی شخصیتیں پیدا ہوتی رہی ہیں جو اپنی قربانیوں اور سیاسی تدبر سے جماعتوں اور افراد پر چھا جاتی ہیں جماعت اور افراد انکی رائے اور مشورہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور دیانتداری کے ساتھ ہم یہ سمجھتے رہے کہ گاندھی جی کی مخلصانہ سیاسی رہنمائی نے کانگریسی منسٹری کو وائسرائے کے سامنے گھٹنا ٹیکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ مگر آج ہم جس نتیجہ پر پہنچے وہ اس سے بالکل مختلف ہے وہ یہ کہ آج کانگریس وہ کانگریس نظر نہیں آتی۔ جس کا تصور ہمارے ذہنوں میں موجود تھا۔ اب تو اتفاقی طور پر یہ چیز بالکل آشکارا ہو گئی کہ کانگریس کا نام گاندہی جی اور گاندہی جی کا نام کانگریس۔

یہ سبکو معلوم ہے کہ کانگریس کے اندر گاندہی جی کچھ نہیں تھے۔ پھر سب کچھ تھے۔ گاندھی جی جسے لیڈر بنا دیں وہ لیڈر۔ گاندہی جی جسے صدر بنا دیں وہی صدر۔ امرکو شدہ ۱۹۳۰ء کے صدر سوبھاش چندر بوس نے بہت محسوس کیا اور یہ سمجھا کہ کانگریس کے اندر اس قسم کی مختاریت نہایت

مذموم اور نقصان دہ ثابت ہوگی. کانگریس کو ایک جمہوری جماعت کی حیثیت سے ہندوستان میں قایم رہنا چاہیئے ۱۹۳۹ء کی صدارت کیلئے سوبھاش بابو اس طریقہ کو بالکل ختم کرنے کے لئے گاندھی جی کی رائے اور منشا کے خلاف صدارت کے لئے دوبارہ امیدوار کھڑے ہو گئے اور کامیاب بھی ہو گئے۔ اس صدارتی الیکشن کے سلسلہ میں واقعات کچھ ہی ظاہر کئے گئے ہوں ہمیں اس سے انکار نہیں مگر جہانتک حقائق کا تعلق ہے ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ یہ الیکشن جمہوریت اور مختاریت کا الیکشن تھا جس میں جمہوریت کو جیت ہوئی۔ مختاریت کی ہار نے گاندھی بھگتوں کی آنکھیں کھول دیں اور ان کی لیڈری خطرے میں پڑگئی۔ انہوں نے اپنی لیڈری کو قایم رکھنے کے لئے سیکڑوں جتن کئے اور آل انڈیا ورکنگ کمیٹی سے یہ کہکر مستعفی ہو گئے کہ ہمارے استعفے عین جمہوری اصول کے ماتحت ہیں ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو پارٹی برسر اقتدار آئی ہے ورکنگ کمیٹی بھی اسی کی ہونی چاہیئے۔ ان استعفوں سے سوبھاش بابو اور انکے کمیونسٹ اور سوشلسٹ پارٹیوں پر کچھ اثر نہ ہوا تو نام نہاد جمہوریت پرست گاندھی بھگتوں نے تری پورہ کے اجلاس میں خوب جی کھول کر جمہوریت کے پرخچے اڑائے اور جمہوریت کا خون کرکے خوب خوشیاں منائیں اور گاندھی جی کی قربانیوں کو اچھال اچھال کر بیچارے سادہ لوح ڈلیگیٹوں کو چکمہ دینے میں اور گاندھی جی کو آئینی طور پر آمر مطلق قرار دینے میں کامیاب ہو گئے۔

جہانتک قربانیوں کا متعلق ہے ہم اگر گاندھی جی اور گاندھی بھگتوں کی قربانیوں کو ایکطرف رکھیں اور دوسری طرف ان مخلص آزادی خواہ نوجوان طبقہ کو سامنے رکھیں تو ہم بلاخوف تردید یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان نوجوانوں نے ہندوستان کی آزادی کے لئے اتنی عظیم قربانیاں دی ہیں کہ اسکو ہندوستان کی تاریخ فراموش نہیں کر سکتی۔ اور نہ ہندوستان اس کا بدلہ دے سکتا ہے چاہے ساری دنیا اور سارے گاندھی بھگت انکو غلط کار اور سرپھرا کہیں۔ بہرحال ان کی قربانیوں کا احسان ہندوستان کے کندھوں سے کبھی نہیں اتر سکتا۔ انہوں نے محض ہندوستان کی آزادی کے لیے اپنی جوانی کے بہترین لمحات کو جیلوں اور تختہ دار کے لئے وقف کر دیا۔ ان کو بالکل اس کا خیال بھی نہ ہوا کہ شہرت اور نمود کیونکر حاصل ہوتی ہے اور چاہے وہ اپنی اس غلط روی پر اسوقت اظہار افسوس ہی کیوں نہ کرتے ہوں مگر دنیا انکی مخلصانہ سرفروشیوں کو بھلا نہیں سکتی اور ہندوستان ان احسان کو کبھی اتار نہیں سکتا۔

دوسری طرف وہ لوگ جو گاندھی جی کے اصول کو سامنے رکھکر ہندوستان کو آزاد کرانا چاہتے ہیں ان کے متعلق بھی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ بڑے مدبر اور پالیٹیشن ہیں انہوں نے ہندوستان کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں اسکا انکار نہ ہم کر سکتے ہیں نہ دنیا کر سکتی ہے مگر ساتھ ہی ہم یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتے

کہ وہ اپنی قربانیوں کا صلہ بہت کچھ پا چکے ہیں۔ انہوں نے بین الاقوامی شہرت بھی حاصل کر لی ہے اور بڑے بڑے عہدوں پر بیٹھ کر اب وہ اس حد تک پہونچ گئے ہیں کہ اخلاص کے بجائے خود پسندی کو خدمت کی بجائے آمریت کو ترجیح دینے لگے ہیں۔ وہ اپنی قربانیوں کے مقابلہ میں دوسروں کی قربانیوں کو پس پشت ڈال کر خوش ہوتے ہیں۔ یہ چیز آج نہیں تو کل آتی۔ اور ضرور آتی۔ ہمیں اس کا مزید احساس ہے کہ قبل از وقت آگئی جبکہ ملک ابھی منزل مقصود سے بہت دور ہے اور ابھی ملک کو منزل کی جستجو کے لیے رخت سفر فراہم کرنا ہے۔

ہاں تو ہم یہ کہہ رہے تھے کہ پچھلی ورکنگ کمیٹی کے جو استعفے آئے وہ جمہوریت کے اصول کار کو مدنظر رکھکر آئے۔ یہاں تک تو دنیا مستعفی شدہ لیڈروں سے متفق ہو سکتی ہے مگر آئندہ کیا ہوا اس کا کسی کے پاس کیا جواب ہے؟ کہ ان الفاظ کے کہنے کے چند ہی دن بعد تری پوری میں ہی جمہوریت پسند لیڈروں نے پنتھ جی کی تجویز پر ہاتھ اٹھا اٹھا کر جمہوریت کا خون کیوں کیا۔ اگر واقعی وہ ایماندار جمہوریت پسند تھے تو انہیں ایمانداری کے ساتھ اس تجویز کی مخالفت کر لی چاہیے تھی۔ استعفوں کے بعد تو جمہوریت کا ڈھول گلے میں ڈال کر اتنا پیٹا کہ دنیا کے کان بہرے ہو گئے، مگر تری پوری میں جمہوریت کو ذبح کر کے اف تک نہ نکلی تا کہ کوئی سن نہ لے۔ "اف" کیوں نکلتی۔ وہاں لیڈری خطرے میں تھی یہاں لیڈری برقرار ہو گئی۔ ہم ایک مسلمان کی حیثیت سے ان حقائق کا مطالعہ کرتے رہے ہیں اور ہمیشہ اس امر کی ہمیں شکایت رہی ہے کہ مسلمانوں نے کانگریس کو اور ملک کے سیاسی انقلاب کو غور سے مطالعہ کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ ہمیشہ ایک ہی طبقہ اور ایک ہی فرقے کے غلبہ اور تسلط نے اس قومی اور جمہوری مجلس کو اپنے عمل اور کردار سے فرقہ وارانہ غیر جمہوری جماعت بنائے رکھا۔ اس عدم توجہی کا جو نتیجہ برآمد ہوا ہے وہ ہمارے سامنے ہے۔ اور ہم اس وقت تک کے حالات کو دیکھنے کے بعد یہ کہہ سکتے ہیں کہ کانگریس کے مسلمان رہنما گاندھی جی کی اس مختاریت سے مطمئن نہیں ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں اسلئے کہ گاندھی جی چاہے شخصی طور پر کتنے ہی مخلص اور قوم پرست کیوں نہ ہوں مگر ان کے بھگتوں کی ذہنیت نہایت ہی اوچھی ثابت ہوتی رہی ہے یہ ہماری برتی ہوئی باتیں ہیں، کسی غیر کی دور رہ کر اعتراضات گھڑنے والے کی باتیں نہیں ہیں۔ اس کا ہمیں تجربہ ہے کہ گاندھی بھگتوں کے اندر ابتک اتنی صلاحیت اور سیاسی تربیت نہیں ہے کہ وہ ملک کی کسی غیر عقیدے والی جماعت اور افراد کے ساتھ بیٹھ کر ملکی معاملات پر غور بھی کر سکیں۔ اور ادھر کی تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

مگر جہانتک ہماری نظر کام دیکھتی ہے وہاں تک تو بس این خانہ ہمہ آفتاب ست۔ اگر ہم اپنی بساط کے مطابق ذرا اور اوپر نظر اوٹھا کر دیکھیں تو یہ سوال قدرتی طور پر ہمارے ذہن میں گردش کرنے لگتا ہے کہ یہ اڑلیسہ اور سی پی کے مسلم وزراء کا مسئلہ ابتک کیوں لاینحل پڑا ہوا ہے اور ہائی کمانڈ ابتک اس کے لئے کیوں حل تلاش نہ کرسکی۔ اسکا جواب اب وہ جواب تو ہے نہیں جس سے ہم بھی متفق تھے جو اس سے پہلے تھا اب تو معاملہ جسقدر سلجھنے کے قریب ہوا اسی قدر الجھا پڑا ہے۔ اسکی وجہ صرف ہمارے سامنے ایک ہی ہے وہ یہ کہ اس معاملہ کو صوبجاتی گاندھی بھگت سلجھانا نہیں چاہتے

بہر حال ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اسوقت تک تو جو کچھ تھا وہ تو تھا ہی مگر اب پنتھ جی اور پٹیل جی نربدا کے کنارے رام نام ست ہے کے فلک شگاف نعروں کے ساتھ جمہوریت کی چتا میں آگ لگا چکے ہیں اور جس غیر آئینی طور پر کانگریس کانسٹی ٹیوشن کا کھنڈن کیا ہے وہ ظاہر ہے اور اسی پر بس نہیں۔ جو دل کی بھڑاس اور باقی رہ گئی تھی اسکے نکالنے کے لئے ان صوبجاتی لیڈروں سے پرڈسپلن کے نام پر ایکشن لے جارہے ہیں تاکہ گاندھی بھگت ان کو اس قابل بنادیں کہ کچھ دنوں تک وہ سر نہ اٹھا سکیں۔ نہ معلوم ڈسپلن کے نام پر کتنے مخلص کارکنوں کا سیاسی خون ہوگا ہمیں ہندستان کے لئے ایک مسلمان کی حیثیت سے یہ غور کرنا پڑیگا کہ ہمیں کانگریس کے اندر رہتے ہوئے اس آمریت اور شخصیت پرستی کا کیونکر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ یہ الفاظ محض غور و فکر تک محدود نہ رہنے چاہئیں بلکہ مقابلہ کے لئے یقیناً تیار ہو جانا چاہیئے۔ اور یہ بھی صاف طور پر کہدینا چاہیئے کہ مقابلہ گاندھی جی کی شخصیت سے نہیں بلکہ انکے اندھے مقلدوں سے ہی جنہوں نے جمہوریت کے نام پر جمہوریت کا خون کیا ہے ساتھ ہی اس امر کے اظہار سے ہم باز نہیں رہ سکتے کہ گاندھی جی نے نری پوری کی اس تجویز کے متعلق اسوقت تک کسی قسم کا اظہار خیال نہیں فرمایا۔ انکی اس خاموشی پر ہمیں افسوس ہے اور ہم اپنی اس رائے کے اظہار کرنے پر قطعی آزاد ہیں کہ وہ اس تجویز کے پاس ہو جانے سے خوش ضرور ہیں ورنہ انکے اخلاص کا تقاضا تو یہ تھا کہ اپنے اصول اپنے ہی کے ہاتھوں خون ہوتے ہرگز نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ گاندھی جی کی ضرورت ہندوستان کو ابھی ہے مگر اس ضرورت کے احساس کا جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہ سراسر خلاف اصول اور مذموم ہے۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے

ہم ان مسلم کانگرسی رہنماؤں سے اس بات کی اپیل کرتے ہیں کہ وہ خواہ جمعیتی ہوں یا اشتراکی انہیں کانگریس کے اندر ایک آواز اور ایک عضو بنجانا چاہیئے۔ اور اس آمریت اور مختاریت کو بالکل ختم کرنے کا تہیہ کرلینا چاہیئے"

(محمد طاہر گنگلی)

ملفوظات مولانا جلال الدین رومی

از مولانا حافظ محمد یوسف صاحب انصاری گنگوہوی
گذشتہ سے پیوستہ

(فصل)

ایک صاحب کہتے تھے کہ مولانا وعظ فرماتے ہیں (شعر فرماتے ہیں) میں نے کہا بہر حال اس آدمی کو میرا خیال مجھ تک لایا۔ خود میرے خیال نے تو جا کر اس سے کوئی بات کہی نہیں کہ تم کیسے ہو کیا ہو وغیرہ۔ مگر خیال پھر بھی بلا گفتگو کے اس جگہ کھینچ لایا۔ پھر اگر میری جو اصل حقیقت ہے وہ اسکو بلا بات کے جذب کرلے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچادے تو کیا تعجب ہے۔ گفتگو یا خیال انسان کی اصل حقیقت نہیں ہے یہ دونوں تو حقیقت کی فرع اور سایہ ہیں جب سایہ نے اسکو جذب کرلیا تو حقیقت تو بطریق اولیٰ جذب کرلی گئی۔ بات تو محض بہانہ ہے۔ حقیقتاً جذب کرنے والی چیز گفتگو یا بات نہیں ہے بلکہ وہ نفسی اور باطنی جزو تھے۔ جو طرفین کے اندر باہم ایک دوسرے سے مناسبت رکھتا ہے۔ اگر جذب کنندہ اور جسکو جذب کیا جائے ان دونوں میں کوئی جزو مشترک ہے تو وہ ضرور جذب ہو جائیگا لیکن بات ہرگز جاذب نہیں ہے۔ چنانچہ ہزاروں کرامات اور معجزے دیکھکر بھی اگر جزو مشترک نہو اصلاح نہیں ہوسکتی۔ ابولہب اور ابوجہل میں حضور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی جزو مشترک نہ تھا اسلئے یہ دونوں ایمان نہ لائے لیکن حضرت عمرؓ محض آیتیں سنکر ایمان لے آئے۔ لہذا نبی یا ولی کا کوئی جزو اگر دوسرے میں نہیں ہے تو دوسرے پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ اور اگر باہم کوئی جزو مشترک ہے تو وہ جوش اور بیقراری پیدا کرتا ہے مثلاً گھاس یا تنکہ میں اگر کہربا کا کوئی جزو نہو تو تنکا ہرگز کہربا کی طرف نہ جائیگا۔ مگر یہ جنسیت ان میں اسقدر مخفی ہے کہ نظر نہیں آتی۔ آدمی کو ہر چیز کا خیال اسکی طرف لیجاتا ہے۔ باغ کا خیال باغ کی طرف۔ دوکان کا خیال دوکان کی طرف لیکن ان خیالات میں کبھی دھوکا اور مغالطہ پوشیدہ ہوتا ہے

چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ کسی خاص خیال کی بنا پر ایک جگہ گئے اور وہاں جا کر پشیمان ہوتے ہیں کہ سوچکر کچھ گئے تھے نکلا کچھ، ان خیالات کی مثال چادر یا پردہ کی سی ہے اور پس پردہ کوئی پنہاں ہے۔ جب یہ پردہ درمیان سے اٹھ جائیگا۔ اور حقائق بے نقاب اصلی حالت میں رونما ہونگے۔ وہی روز قیامت ہوگا۔ جب یہ حال ہوگا تو پشیمانی نہ ہوگی۔ جو حقیقت کہ تجھے کھینچے گی یا جذب کریگی وہ اصلی حالت میں بے نقاب سامنے ہوگی، کوئی دوسری چیز نہ ہوگی۔ "یوم تبلی السرائر" (جس دن راز جانچے جائیں گے) دراصل جو کچھ میں نے کہا وہ اسی کی تفسیر اور تشریح ہے بلکہ اگر غور کیجئے تو جاذب یا کھینچنے والا تو حقیقتاً ایک ہی ہے گو دیکھنے میں چند ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ آدمی کو صدہا چیزوں کی طرف کھانے کی رغبت ہوتی ہے مختلف قسم کے میوے اور طرح طرح کے کھانے اسکے تخیل میں آتے ہیں کہ پلاؤ بھی ہو۔ حلوا بھی ہو قلیہ بھی ہو۔ ایسے ہی میوہ۔ کھجور بھی دسترخوان پر ہو انجیر بھی ہو۔ وغیر ذالک۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت میں بہت سی چیزوں کی خواہش ہے لیکن یہ تعدد، یہ شمار محض نمائش ہے اور حقیقت محض ایک ہے۔ یعنی بھوک۔ چنانچہ اگر ایک چیز سے شکم سیر ہو جائے تو پھر بقیہ اشیاء کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خواہش دس یا سو چیزوں کی نہ تھی۔ بلکہ ایک ہی تھی۔ "وما جعلنا عدتہم الا فتنۃ" (اور ہم نے ان کا شمار اور تعدد جانچ اور آزمائش کی وجہ سے رکھا ہے) مخلوق کی یہ شمار کہ یہ ایک اور وہ سو خود فتنہ ہے یعنی یہ جو کہتے ہیں کہ عامہ خلائق ہزاروں لاکھوں ہے اور ولی ایک ہے یہ فتنہ عظیم ہے۔ یہ نظر اور یہ تخیلہ کہ عامہ خلائق کو بہت دیکھنا اور ولی کو ایک فتنۂ عظیم ہے "وما جعلنا عدتہم الا فتنۃ" ایک بے جان بے دست و پا اور مدہوش مخلوق کو پچاس ساٹھ۔ سو یا ہزار شمار کرنا کب زیب دیتا ہے۔ ان کی حرکت مثل پارہ کی حرکت کے ہے۔ یا طلسمی اشیاء کی حرکت ہے۔ کہ وہ لاشئے محض ہوتی ہیں لیکن طلسمی عمل کی وجہ سے متحرک معلوم ہوتی ہیں لہٰذا ایسی مخلوق تو ایک بھی نہیں چہ جائیکہ صدیا ہزار۔ بلکہ اولیا اللہ جو ایک نظر آتے ہیں وہ ہزاروں لاکھوں کی برابر ہیں "قلیل اذا عدوا کثیر اذا شدوا" (گنتی میں کم اور لڑائی میں بہت) بادشاہ ایک شخص کو سو آدمی کے برابر روٹی دیتا تھا۔ اہل لشکر کو یہ بات ناگوار تھی۔ بادشاہ دل میں کہتا تھا کہ کسی دن اسکی وجہ بتلاؤں گا کہ یہ فرق کیوں ہے جب لڑائی کا موقع آیا تو سب بھاگ گئے اور وہ تنہا لڑتا رہا۔ تب بادشاہ نے کہا کہ میں اس مصلحت سے اس کے ساتھ سو آدمیوں کی برابر سلوک کرتا ہوں آدمی کو چاہیئے کہ اپنی قوت تمیزی کو آلائش داغراض سے پاک رکھے اور دین سے دوستی ویاری تلاش کرے۔ حقیقتاً دین نام ہے یار شناسی کا۔ لیکن جو آدمی کہ اپنی عمر بے تمیزوں میں بکر ضایع کرتا ہے

اس کی قوت تمیزی کمزور ہو جاتی ہے۔ لہٰذا وہ یار دین کو پہچان بھی نہیں سکتا۔ تم اس جسم کو پالتے ہو کہ جس میں تمیز نہیں ہے۔ آدمی میں تمیز ایک مخفی صفت ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ جسم ایک دیوانہ کے پاس بھی ہے۔ ہاتھ اور پاؤں بھی ہیں لیکن تمیز نہیں۔ ہر نجاست میں ہاتھ ڈال دیتا ہے۔ اٹھا لیتا ہے۔ کھا بھی لیتا ہے۔ اگر اسمیں تمیز ہوتی تو نجاست نہ اٹھاتا۔ بس معلوم ہوا کہ انسان میں معنے لطیف تمیز ہی ہے لیکن تم دن رات جسم بے تمیز کی پرورش میں مشغول ہو۔ اور بہانہ یہ کرتے ہو کہ تمیز بلا جسم کے نہیں رہ سکتی۔ تمیز کا وجود جسم ہی سے ہے۔ آخر یہ جسم بھی تو تمیز ہی سے قائم ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ در دلبست آپ تن پروری میں لگے رہتے ہیں۔ اور تمیز سے کلیتہً غافل ہیں۔ حالانکہ جسم کے لیے تمیز لازمی اور ضروری ہے محض، ورنہ جسم بلا تمیز بیکار اور لاشئے ہے اور تمیز جسم سے بالکل مستغنی ہے۔ تمیز تو ایک نور ہے جو جسم کے دریچوں سے جلوہ فگن ہوتا ہے۔ اگر یہ جسم نہ ہو لیعنے یہ دریچہ نہ ہے تو وہ کسی دوسرے دریچہ سے تجلی دکھلائے گا وہ اس جسم کا پابند مطلق نہیں بالکل اسکی مثال ایسی ہے کہ آفتاب دیکھنے کے لیے چراغ لائیں کہ اسکی روشنی میں آفتاب کو دیکھیں۔ حالانکہ اگر آپ چراغ نہ لائیں تو سورج خود ہی اپنے کو دکھلا دیگا اسے چراغ کی کیا حاجت ہے۔ بلکہ آفتاب دیکھنے کے لئے چراغ لانا ہی حماقت ہے اسی طرح تمیز کے لئے جسم کو ضروری سمجھنا حماقت ہے۔ ان حالات میں جسم کی پرورش میں عمر گذار دینا اور تمیز سے کلیتہً بے اعتنائی کرنا کتنا بڑا ظلم ہے "تاہمکو خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ اسکی رحمت سے ذرا بعید نہیں ہے کہ وہ آپکو جس وقت چاہے تمامتر تمیز کی غور و پرداخت میں مصروف کر کے پچھلی غفلت کی تلافی کرادے۔" انہ لا ییاس من روح اللہ الخ امید بندھ جانا ہی گویا امن دمانیت کا پہلا زینہ ہے۔ اگر مطلوب کی طرف چلنے کی توفیق نہیں تو زینہ کو یاد تو رکھے۔ یہ کہنا فضول ہے کہ تمام عمر غفلت اور معصیت میں گذاری اب کیا توقع فلاح ہے۔ نہیں۔ تو جس وقت بھی کجراہی چھوڑ کر راستی یا نیکی کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔ کجی یا معصیت مطلق نہ رہے گی۔ راستی یا نیکی مثل عصائے موسیٰ اور کجی یا معصیت کی مثال جادوگروں کے جادو کی سی ہے۔ جس طرح عصائے موسیٰ نے جادوگروں کے بنائے ہوئے سانپوں اور اژدہوں کو ایک دم ہضم کر لیا اسی طرح راستی اور نیکی گناہوں کو محو اور فنا کر دیتی ہے (ان الحسنات یذہبن السیئات) معصیت کا اثر محض تیری ذات تک ہے۔ جو بھی گناہ کرتا ہے اس کا نقصان گناہ کرنے والے کی ذات کو پہنچتا ہے۔ حق تعالیٰ اجل شانہٗ تک اس گناہ کا کیا اثر۔

مرغے کہ بدان کوہ نشست و برخاست ‎ ‎ ‎ ‎ بنگر کہ دراں کوہ چہ افزود چہ کاست

ایک پرند پہاڑ پر بیٹھا اور اڑ گیا۔ اس کا پہاڑ پر کیا اثر بیٹھنے سے اسپر کچھ بوجھ نہیں پڑ گیا اڑنے سے ہلکا نہیں ہوگیا۔ جو کچھ اثر تھا پرندہ کی ذات پر تھا۔ کہ بیٹھنے میں راحت ملی۔ اور اڑنے میں تعب۔ اسی طرح تیرے گناہوں سے حق تعالیٰ جلشانہ پر کچھ اثر نہیں۔ جسوقت بھی تو تائب ہوکر انکی طرف متوجہ ہو جائے گا۔ رحمت حق تجھے اپنے دامن عاطفت میں لے لیگی۔ لہٰذا گناہوں کی گرانباری کی وجہ سے کبھی مایوس نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ ہمیشہ امیدوار مغفرت رہ

تمنائے مسیحا

از نتیجہ فکر حکیم محمد آفاق صاحب مسیحا مرادآبادی

تو جلوہ دکھا کر مجھے مستانہ بنادے
راضی ہوں اگر چاہے تو دیوانہ بنادے

پھر کا مے ذرا اگر تو نقاب رخ روشن
دنیا کی ہر ایک چیز کو پروانہ بنادے

پانی کو بنادے مے مٹی کو صراحی
افلاک کو میرے لیئے پیمانہ بنادے

بیخود بھی مجھے موسیٰ کی طرح جلوہ نہ کردے
اور طور مرے واسطے ہر جا، نہ بنادے

تیرے ہی کرم سے ہے سب پیر و پیمبر
تو چاہے تو اس بندہ کو کیا کیا نہ بنادے

عاصی ہوں مگر تیرا ہی کہلاتا ہوں بندہ
جنت میں الٰہی مرا کاشانہ بنادے

اپنا مجھے کرلے، مرے آقا مرے مولا
کچھ غم نہیں دنیا مجھے بیگانہ بنادے

خود کھولدے آفاق پہ انوار حقیقت
الطاف و کرم سے ہمیں فرزانہ بنادے

وہ دست شفا دے کہ ہو ہر ایک شفایاب
یا شافی مسیحا کو مسیحانہ بنادے

تاریخ ہند کے خونیں حوادث

ذیل کا مضمون جناب اختر حسین صاحب رائے پوری کی جانب سے ۸ سال پیشتر "پیغام" کلکتہ میں شائع ہوا تھا۔ ناظرین کرام کی دلچسپی کے لیے اسکو درج ذیل کیا جاتا ہے۔ اور پھر اس کے بعد دلچسپ مضمون کا مزید اضافہ کیا جائیگا۔

(ادارہ)

کسی یونانی حکیم سے پوچھا گیا کہ کسی قوم کے انحطاط کی علامت کیا ہے؟ جواب ملا کہ "جو قوم اپنے بزرگوں کے کارنامے سپرد قلم کرنا بھول جائے سمجھ لو کہ وہ قوم قعر مذلت میں گرنا چاہتی ہے" اردو میں برطانوی عہد حکومت کی سچی تاریخ کا فقدان نہایت ہی افسوسناک ہے۔ میرے خیال میں مسلمانوں کی سیاسی بے حسی کا سبب ایک حد تک یہ بھی ہے کہ اسلامی سلطنت کے زوال اور انگریزوں کے عروج کے سچے حالات انہیں نہیں معلوم۔ اور جو معلوم ہیں انہیں اگر بھول جاتے تو بہتر تھا۔ جو لوگ حیدر علی کو غاصب، سلطان شہید ٹیپو کو ظالم اور میر قاسم کو متشدد سمجھتے چلے آئے ہوں۔ جو سراج الدولہ جیسے مدبر اور دور اندیش حاکم کو عیاش اور فرعون ثانی سمجھتے رہے ہوں۔ اگر وہ برطانوی عہد حکومت کو برکت یزداں سمجھیں تو حیرت کی کونسی بات ہے۔ کاش سرزمین لکھنو اور دہلی عشق باز شاعروں کے بدلے میجر ڈی، بی لبو اور سنہ رلال ورما جیسے مورخ پیدا کر سکتی۔ کیونکہ کسی گرتی ہوئی قوم کو تاریخ ہی سنبھال سکتی ہے۔ نہ کہ خیالی شاعری۔

آجکل مدرسوں کے نصاب میں جو تاریخی کتابیں رائج ہیں۔ ان میں جھوٹے قصوں کا ایک طومار ہے کہ الامان! ان میں سے ایک کا ازالہ اس صحبت میں کیا جائیگا۔ اور وہ "کال کوٹھری" کا حادثہ ہے۔ کلکتہ میں رائٹرز بلڈنگ کے کونے پر سنگ مرمر کی ایک لاٹ عین چوراہے پر نصب ہے جو "کمپنی شاہی کے واقعہ کربلا" کی یادگار ہے۔

۱۷۵۶ء میں بنگال کے نواب سراج الدولہ نے کلکتہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ انگریز مورخین بیک آواز سراج الدولہ پر یہ الزام تراشتے ہیں کہ اس نے سیکڑوں انگریز قیدیوں کو ایک تنگ و تاریک کوٹھری

میں بند کرکے مار ڈالا۔ مسٹر ایس سی ہل کی زبانی اس جگر سوز کی کہانی سنیئے!

"دیسی سپاہیوں نے انگریزوں کا مال و اسباب تو لوٹ لیا۔ لیکن ان سے برا برتاؤ نہیں کیا مولوی لوگ شکرانہ کی نماز ادا کرنے میں مشغول تھے۔ یکایک واقعات کا دھارا پلٹ گیا۔ کچھ یورپین سپاہی شراب پی کر متوالے ہوگئے۔ اور ہندوستانیوں کو زدوکوب کرنے لگے۔ جب نواب تک شکایت پہونچی تو اسنے پوچھا کہ گورے مجرموں کو کہاں بند کیا جاتا ہے جواب ملا کال کوٹھری میں کچھ عہدے داروں نے عرض کیا کہ رات کو اتنے قیدیوں کا باہر رکھنا خطرے سے خالی نہیں۔ انھیں اس کوٹھری میں بند کردینا چاہیئے۔ دیسی افسر اپنے نقصان سے بہت غضبناک تھے۔ کیونکہ محاصرہ میں سات ہزار آدمی مارے گئے تھے۔ جوش انتقام میں نواب کی اجازت پاکر بلا امتیاز انہوں نے ۱۴۶ قیدیوں کو ایک ایسے تنگ حجرے میں بند کردیا۔ جو صرف ایک یا دو سپاہیوں کے لئے تھا۔ اس میں ۱۸ مربع فٹ سے زیادہ جگہ نہ تھی۔ غضب یہ ہوا کہ وہ رات سال کی سب سے زیادہ گرم رات تھی۔ مسٹر ہال ویل نے اپنی رام کہانی میں بتایا ہے کہ قیدیوں کو کیسی ہولناک تکلیف ہوئی۔ ان پر ایک جنون سا طاری ہوگیا۔ اور وہ ایک دوسرے کو کچلنے لگے۔ پانی کے لئے وہ آپس میں لڑنے لگے۔ جس سے مصیبت اور بھی بڑھ گئی اپنے محافظوں کو وہ گالیاں دینے لگے۔ کہ گولی مار کر انہیں اس عذاب سے نجات دیں۔ دیسی سپاہی یہ تماشہ دیکھکر شیطانوں کی طرح خوش ہوتے تھے۔ ہندوستان میں انگریزوں نے جو کچھ لکھا ان میں مسٹر ہال ول کا افسانہ سب سے دردناک ہے۔ ۸ بجے صبح سے ۶ بجے تک یہ کرب والم جاری رہا۔ کیونکہ رحمدل افسر بھی نواب کو جگانے کی جرأت نہیں کرسکتے تھے۔ جب نواب کی آنکھ کھلی تو صرف ۲۳ آدمی زندہ نکلے اور اس حال میں کہ آجتک ہم نے انسان کو ایسی خوفناک حالت میں نہیں دیکھا"

سب سے پہلے اس حادثے کا ذکر مسٹر ہال ویل نے کیا ہے جو کلکتہ کے محاصرہ میں گرفتار ہوئے تھے اور جن کا دعویٰ ہے کہ کلکتہ کی کال کوٹھری کے غازیوں میں ایک وہ بھی ہیں۔ محاصرہ کے آٹھ دس ماہ بعد جب وہ انگلستان جارہے تھے تو انہوں نے دل بہلانے کے لئے جہاز پر ۲۳ صفحے کا خط ایک دوست کے نام لکھا۔ اس میں کال کوٹھری کی جو "سنسنی خیز" کیفیت آپ نے بیان کی ہے قابل دید ہے۔ قیدیوں کا پانی پانی چلانا۔ چھوٹی سی کھڑکی تک پہونچنے کے لئے ایک دوسرے کو روندنا۔ کئی کمزور آدمیوں کا کچل کر مرجانا۔ اور سنگدل ہندوستانی پہرے داروں کا قہقہے لگانا یہ سب باتیں ایسے پراثر پیرایہ میں بیان کی گئی ہیں کہ ان کی سچائی پر مشکل سے شک ہوتا ہے۔ ہال ویل صاحب جھوٹ تراشنے میں ایسے استاد کامل گذرے ہیں کہ ان کی باتوں پر یقین کرکے کوئی تاریخی نظریہ قائم نہیں کیا جاسکتا

اس شخص کو میر جعفر نے اس کی خدمات کے صلہ میں ایک لاکھ روپیہ دیا۔ لیکن وہ فطرتاً ایسا احسان فراموش تھا کہ جب میر جعفر کو تخت سے اتارنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس پر بھی سرتاپا بے بنیاد الزام لگا دیئے۔ جن کی تردید کے لیئے تین چار سال کے بعد خود کرنل کلائیو کو مجبور ہونا پڑا۔

ظاہر ہے کہ جو آدمی اپنے محسن، میر جعفر پر جھوٹی تہمت لگا سکتا ہے اور ایک لاکھ روپیہ لیکر بھی میر جعفر کو تخت سے اتارنے کے لیئے میر قاسم سے ساز باز کرسکتا ہے تو وہ ایک ایسے حاکم کو بدنام بھی کرسکتا جو انگریزوں کے دام فریب میں پھنسنا نہیں چاہتا تھا۔ جس نے ایک مرتبہ انہیں شکست فاش دی تھی۔ اور جس نے خود مسٹر ہال ویل کو قید کرکے بعد میں معاف کردیا تھا۔

لہٰذا ضروری ہے کہ مسٹر ہال ویل کی گواہی بے چون و چرا نہ تسلیم کرلی جائے اور اس اہم واقعہ کو حقائق اور دلائل کی کسوٹی پر پرکھا جائے۔

(۱) کپتان گرانٹ کال کوٹھری کا رقبہ ۱۰۲ مربع فیٹ بتلاتا ہے اور ہال ویل ۱۸۰ مربع فیٹ۔ اگر ۱۴۶ آدمی ایک دوسرے پر بھی بیٹھیں تو اتنی تنگ جگہ میں سما نہیں سکتے۔ اس بھدی غلطی کو محسوس کرکے ڈاکٹر ولسن نے کمرہ کی لمبائی ۱۸ فیٹ اور چوڑائی ۱۴ فیٹ ۱۰ انچ بتلائی ہے۔ یعنے ایک آدمی کو ۲ مربع فیٹ سے بھی کم جگہ میں رات بسر کرنا پڑی لیکن معمولی طور پر بھی کھڑے ہونے کے لیئے ایک آدمی کو کم از کم ۳ مربع فیٹ کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ اقلیدس سے ثابت ہے۔ اس حساب سے کال کوٹھری میں ۹۰ سے زیادہ آدمی نہیں سما سکتے تھے۔

(۲) بابو اکشی کمار متر نے اپنی مشہور تصنیف "سراج الدولہ" میں بتلایا ہے کہ آج تک صرف ۵۶ آدمیوں کے نام معلوم ہیں جنہوں نے جام شہادت پیا۔ اور کال کوٹھری کی یادگار پر جن کے نام کندہ ہیں لیکن مسٹر ہال ویل کی کتاب شائع ہونے کے بعد بھی ایسے ایک دو آدمی زندہ تھے جن کا نام اسنے اپنی کتاب میں لکھ مارا تھا۔ اور کئی ایسے نام بھی درج کردیئے جن کے وجود کا ثبوت اسوقت کے کاغذات میں بھی نہیں ملتا۔ سوال یہ ہے کہ باقی ۶۷ کون تھے؟ گمان غالب ہے کہ جب سراج الدولہ نے قلعہ پر قبضہ کیا وہاں ۱۲۳ سپاہی موجود نہ تھے۔

(۳) سیر المتاخرین کے مصنف نے جو کمپنی کا نمک خوار تھا اور جس نے سراج الدولہ کو بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا اس واقعہ کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ تعجب ہے کہ ایسا جگر سوز سانحہ کلکتہ میں گذر جائے اور غلام حسین اس کے متعلق ایک حرف نہ لکھے۔ محاصرہ اور شکست کے بعد جن انگریزوں نے جزیرہ پھولتا میں پناہ لی تھی (جو کلکتہ سے بہت دور نہیں) انہوں نے بھی اپنے

روزنامچے میں کہیں اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا، مدراس کونسل میں کلکتہ کی شکست پر جو بحث ہوئی اسمیں سراج الدولہ کی ہر چھوٹی بڑی غلطی پر نکتہ چینی کی گئی۔ لیکن ایسی اہم واردات کی طرف اشارہ تک نہیں کیا گیا۔

(۴) کلایو اور واٹسن نے نواب کو جو خطوط لکھے وہ شکوہ شکایت سے پُر ہیں لیکن کال کوٹھری کا کہیں نام بھی نہیں آیا۔ سراج الدولہ سے علی نگر میں جو صلح ہوئی اس میں نقصان کی پوری تفصیل درج ہے لیکن کال کوٹھری کے شہیدوں کے اہل وعیال کے لئے پنشن کا انتظام نہیں ہے۔ میر جعفر سے جو سازش کی گئی اس میں ہر قسم کے نقصان کی تلافی کے نام پر روپیہ اینٹھنے کی پیش بندی تھی۔ لیکن کال کوٹھری کے عظیم الشان نقصان کا کہیں ذکر بھی نہ تھا۔

(۵) ۱۷۶۰ء کی ۱۶ راگست کو مسٹر ہال ویل نے سلیکٹ کمیٹی کے آگے جو بیان دیا ہے اس میں کہیں اس واردات کا ذکر نہ تھا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ فاتح بنگال کرنل کلایو نے سراج الدولہ کو تخت سے اتارنے کے جو اسباب کورٹ آف ڈائرکٹرز کو لکھے ان میں کال کوٹھری کا ذکر نہیں مورخ رابرٹ اورمی کرنل کا جگری دوست تھا۔ کال کوٹھری کا جرم جن لوگوں سے سرزد ہوا ان کی گوشمالی کے لئے رابرٹ اورمی ہی نے کلایو کو بنگال بھجوایا تھا۔ لیکن کلایو نے کسی کو اس سلسلہ میں کسی کو سزا دی اور نہ وجہ بیان کی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا کوئی سانحہ پیش نہیں آیا ورنہ کلایو ضرور اس کا ذکر کرتا۔

(۶) غالباً ۱۹۱۶ء میں جب کال کوٹھری کی اصلیت پر بحث شروع ہوئی تو شاید بنگال رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے ایک تحقیقاتی کمیٹی بنائی تھی جس کے ایک رکن "سراج الدولہ" کے مصنف بابو اکشے کمار بھی تھے۔ کمیٹی نے بڑی کدوکاوش کے بعد اس واردات کو محض بے بنیاد اور لغو ثابت کر دکھایا۔

یہ اصلیت ہے اس کہانی کی جسے پڑھکر ہندوستانی بچے بیگناہ سراج الدولہ کو شاید چنگیز خاں کا اوتار سمجھ بیٹھے ہیں کیا وجہ ہے کہ اس تاریخی غلط فہمی کا ازالہ ہو جانے پر بھی اسکول کی کتابوں میں وہی رٹ چلی جاتی ہے اور ڈلہوزی اسکوائر کے کونے پر ہر یورپین کا سر برہنہ ہو جاتا ہے؟ انگریزی میں ایک مقولہ ہے کہ "کتے کو بدنام کرکے دار پر چڑھا دو"، سراج الدولہ کو تخت سے اتارنے کی کوئی معقول وجہ دنیا کو بتانا ضرور تھی۔ مسٹر ہال ویل کی مہربانی سے وہ وجہ نکل آئی۔

تاریخ کا دوسرا پہلو

غرض یہ کہ کوئی ایسا قابل اعتماد ثبوت نہیں جس کی بنا پر سراج الدولہ کو ہم اس خون ناحق اور ظلم کا مرتکب قرار دیں۔ جن انگریز مورخین نے کال کوٹھری کے قصے کو سچ مانا ہے وہ بھی اسکی تفصیل میں متفق الرائے نہیں ہیں۔

جیمس مل کا بیان ہے کہ خود انگریزوں نے اس کوٹھری سے قید خانہ کا کام لیا تھا اور صوبیدار کے افسروں کو قید کے لیے اسے مناسب جگہ بتایا تھا۔ خود مسٹر مل کو کہنا پڑتا ہے کہ غالباً کال کوٹھری کے افسانے کو تل سے پہاڑ بنا دیا گیا ہے۔ کلکتہ میں لاپروائی سے گفتگو کے دوران میں فورٹ ولیم اور کال کوٹھری کو ایک دوسرے سے ملا دیا جاتا ہے۔

سراج الدولہ کی اس فرضی کال کوٹھری پر اتنے لے دے کیگئی ہے برطانوی عہد حکومت کی دو کال کوٹھریوں کے ذکر سے تاریخ خالی ہے یہ کارنامے گذشتہ ۵۰ سال میں انگریزوں کے ہاتھ سے اسی ہندوستان میں ہوئے ہیں لیکن ہم میں سے کتنے آدمیوں کو اس کا علم ہے؟

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا زمانہ تھا۔ "کلکتہ ریویو" میں مسٹر اے جی ہورج لکھتے ہیں۔ "شاید ہمیں کال کوٹھری کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہیئے۔ اور اسے سراج الدولہ کے تشدد کا نفرت انگیز نمونہ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ ۵۷ء کی یکم اگست کو ضلع امرت سر میں بھی ایک ایسا ہی حادثہ ہوتا ہے مسٹر کوپر بیان کرتے ہیں کہ ایک کشادہ مینار میں کس طرح گرفتار سپاہی بند کئے گئے تھے جب ان میں سے ۲۳۷ کو باہر نکال کر گولی ماردی گئی تو اطلاع ملی کہ باقی باہر آنے سے انکار کرتے ہیں۔ دروازہ کھلا تو کیا دیکھا کہ سب مر چکے ہیں! نادانستہ ہالویل کی کال کوٹھری کی ٹریجڈی دوبارہ واقع ہو گئی تھی۔ تھکن، خوف، گرمی، اور دم گھٹ جانیکی وجہ سے ۴۵ سپاہیوں نے دم توڑ دیا تھا۔"

یہ سچی کال کوٹھری ہے لیکن انصاف پسند انگریز مورخین نے اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے "کرائمس ان دی پنجاب" کے مصنفین کا ہمیں شکر گذار ہونا چاہیئے کہ یہ المناک واقعہ کی زبانی ہم تک پہنچا ہے۔

دوسری کال کوٹھری کو زیادہ دن نہیں گذرے ۱۹۲۱ء کی گرمیوں کا واقعہ ہے۔ مالابار میں موپلاؤں نے غدر کیا پسپا ہونے کے بعد جو بلوائی قید ہوئے انہیں تقریباً ۷۰ ریل کے ایک ڈبے میں بند کر دیئے گئے ہیں پیاس کی شدت اور گرمی سے بیسیوں اسی ڈبے میں تڑپ کر مر گئے۔ اخبار دشمنی اس واقعہ کی زیادہ اشاعت نہ ہونے کی وجہ سے ہم اسے تقریباً بھول گئے ہیں۔ یہ تاریخ کا تاریک لیکن سچا رخ ہے سراج الدولہ والی کال کوٹھری غلط ثابت ہو چکی ہے لیکن یہ دونوں واردات بالکل سچ ہیں اور مبالغہ سے بالکل خالی تلاش کرنے پر اب بھی غدر کے زمانہ کی دو چار یادگاریں ضلع امرت سر میں ملسکتی ہیں اگر ان سے کوئی اس سانحہ کی کیفیت دریافت کرے تو اور بھی روشنی پڑ سکتی ہے۔ قومی نظام کی تعمیر کے ساتھ قومی تاریخ کی ضرورت کو ہمیں فراموش نہ کرنا چاہیئے۔ ۱۲

یتیم بچہ

گذشتہ سے پیوستہ

تلاش حق

(۲)

آفتاب غروب ہوا۔ فرش زمین پر سرمہ چھڑک دیا گیا۔ ہر ایک پہاڑ سرمہ کا پہاڑ بنگیا۔ چوٹیوں نے نیل کا خضاب لگالیا، پرندے گھبرا کر آشیانوں میں جا چھپے، وحشی جانور جھاڑیوں اور بلوں سے نکلکر سرگرداں پھرنے لگے۔ مسافر بینا چشم ہوتے ہوئے اندھے بن گئے۔ قافلوں کے راہنما راستہ بھولنے لگے۔ نرگس آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر یاسمین کو دیکھ رہی ہے مگر نظر نہیں آتی۔ سنبل گلاب کو چھونے کے لئے سب طرف ہاتھ پھیلا رہا ہے مگر ہاتھ کو ہاتھ نہیں پاتا۔ چرخ کہن کا ایک تارا اس تماشہ کو دیکھنے کے لئے آنکھ بنگیا۔ تاریکی شب نے ان آنکھوں کو سرگیں بنا دیا۔ پھر کیا تھا۔ گویا سیاہ مخمل کے فرش پر موتیوں کی بکھیر ہوگئی۔

ہمارے افسانہ کا ہیرو "یقظان" ایک پہاڑی پر بیٹھا ہے حیرت سے اس ماجرے کو دیکھ رہا ہے وہ اس جادو کی چھڑی کو تلاش کر رہا ہے جس نے چند لمحوں میں سارے عالم کی کایا پلٹ دی ابتک یہی سوال تھا کہ ان تمام چیزوں کو کس نے پیدا کیا۔ لیکن اب اس کا ضمیر نہایت حیرت سے دریافت کر رہا ہے کہ آن کی آن میں یہ انقلاب کس نے کردیا۔

وہ بار بار اس کائنات پر نظر ڈال رہا ہے۔ اور حیرت و استعجاب سے ہر طرف دیکھ رہا ہے۔ اوسکے بنائے ہوئے معبود، دریا اور پہاڑ خود حیران ہیں۔ پہاڑ سیاہ رو ہو چکا ہے۔ دریا ہر طرف دوڑ رہا ہے مضطرب اور بے چین ہے مگر اس سیاہ روی سے اس کو بھی نجات نہیں۔ گل و غنچہ نادم ہیں اور ندامت سے سر جھکائے ہوئے معلوم ہوتا ہے کسی کے رعب نے ان کو دم بخود کردیا۔

یقظان نے زمین اور زمین کی تمام کائنات کو مایوس، حیران اور نادم پاکر آسمان کی طرف دیکھا۔ یہاں تاروں کی محفل میں اسکو عجیب چہل پہل نظر آئی۔ زمین کی ساری بستی سونی پڑی ہے مگر تاروں کی شوخیاں اپنی محفل کو سرگرم کئے ہوئے ہیں۔

یقظان نے محسوس کیا کہ زمین کی کائنات اور تاروں میں یقیناً کوئی تعلق ہے اور بظاہر

تاروں کی طاقت زمین کی تمام کائنات سے بڑھی ہوئی ہے ورنہ زمین کی اس پژمردگی کے ساتھ تاروں کی محفل بھی اسی طرح سونی پڑجاتی۔

یقظان یہ اصول طے کرچکا تھا کہ اس تمام کائنات کا خالق وہی ہو سکتا ہے جس کی قدرت اس تمام کائنات سے بالا ہو۔

تاریکی شب کے اس تماشہ کے بعد اس نے تاروں کی جماعت میں خالق کو تلاش کرنا شروع کیا۔ اوسکی نظر ہر ایک تارے پر بار بار پڑ رہی تھی۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ان تمام میں کونسا تارا بڑا ہے۔ وہ ابھی تک فیصلہ نہ کرسکا تھا۔ کہ مشرق کی جانب کچھ سپیدی نمودار ہوئی۔ تمام تاروں پر انتظار کی خفیف سی خاموشی طاری ہوگئی۔

افق کی روشنی دم بدم بڑھتی رہی۔ تاروں کی چمک دمک اور شوخیاں گھٹتی رہی ایک دقیقہ کے بعد نور کا ایک گنبد نمودار ہوا۔ جو تھوڑی دیر بعد ایک بہت بڑا تارا بنا جسکو ہندوستان والے چاند کہتے ہیں۔

تاروں نے اوسکے سامنے سے راستہ چھوڑ دیا۔ زمین کی اندھیری دور ہوئی۔ پہاڑوں کی چوٹیوں نے خضاب اوتارا۔ نور کی چادر زیب تن کی۔ غنچے چٹخنے لگے۔ گل کھلنے شروع ہوئے۔ سمندر فراٹے بھرنے لگا، سطح دریا کی لہریں موتیوں سے کھیلنے لگیں۔

یقظان نے اس گنبد نور کا یہ کروفر دیکھا۔ تاروں کا اعزاز واحترام۔ کائنات زمین کی درخشانی اور تابانی۔ اور پھر اسکی تازگی دیکھی۔ اسکو یقین ہوگیا کہ اس تمام کائنات میں وہ سب سے بڑی طاقت جو سب پر حاوی اور اثر انداز ہے وہ صرف "چاند" ہے۔ اب اس کا سر پہاڑ اور دریا سے ہٹ کر چاند کے احترام کے سامنے جھکا۔ آج وہ بہت مسرور تھا اوسکو یقین تھا کہ وہ اپنی تلاش میں کامیاب ہوگیا۔ اسی خوشی میں ساری رات جاگتا رہا۔ وہ بار بار اٹھتا اور اپنے خیال کے مطابق چاند کے سامنے جھکتا کبھی کھڑے ہوکر ہاتھ باندھتا۔ ڈنڈوت کرتا۔

لیکن چند گھنٹے بعد اس نے ایک اور تماشہ دیکھا۔ افق کی پیشانی پھر چمکی۔ نور کا ایک خط نمودار ہوا۔ جو مغرب کی جانب بڑھتا رہا۔ ہزیمت خوردہ بادشاہ کی طرح چاند کا چہرہ ماند پڑ رہا تھا۔ رفتہ رفتہ اوسکی ساری چمک غائب ہوگئی۔ رنگت فق ہوئی۔ تاروں کا نام نشان نہ رہا

یہ اس عجیب غریب کارخانہ سے حیران تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کونسی طاقت یہ انقلاب برپا کررہی ہے۔ دفعتاً افق کی رنگت سرخ پڑی اوسکے استعجاب میں اور اضافہ ہوا۔ چند منٹ بعد

ایک سرخ گنبد۔ جس کے کناروں سے نور کی لاکھوں لائنیں آسمان اور زمین کے کناروں تک پہونچ رہی تھیں ۔ نمودار ہوا ، رات کی ساری تاریکی کافور ہوگئی ۔ ساری وحشت ختم ہوگئی ۔ گل غنچہ سے ملا ۔ رات کی فراق زدہ عندلیب پھول کی ہر ایک پنکھڑی پر قربان ہونے لگی ۔ گل دوستوں نے اپنے رخساروں سے گریہ شب کے آنسو پونچھنے لگے ۔ پہاڑوں کی چوٹیوں نے شفاف آبشاروں نے نور کا سہرا باندھا۔ زمین بقعہ نور بن گئی ۔

یقظان اس تماشہ کو دیکھکر نادم بھی تھا ۔ اور خوش بھی ۔ اسکو صدمہ تھا کہ رات کی تحقیق غلط ثابت ہوئی ۔ لیکن خوشی تھی کہ اسنے کائنات کے سب سے بڑے جوہر کو پالیا جو سب سے بڑی قوت کا مالک ہے ۔ لہذا یہی خالق ہے ۔ یہی معبود ہے ۔ اسی کی پرستش ضروری اور لازمی ہے ۔ چنانچہ وہ اپنی عقیدت اور ارادتمندی کے مخلصانہ جذبات ہر ایک کرن کے قدموں پر نثار کرنے لگا ۔

آج دن بھر وہ آفتاب کی پرستش میں مشغول رہا ۔ اور اپنی تحقیق کے اس آخری نتیجہ پر خوش تھا ۔ نور بڑھتا رہا ۔ بڑھتے بڑھتے ایک آخری حد تک پہنچا ۔ خدا جانے تھوڑی دیر بعد کسی نے آفتاب کیا کہدیا ۔ خود بخود اسکی رنگت زرد ہونے لگی ۔ طمازت ختم ہونے لگی ۔ اسکی پیشانی کسی کی بارگاہ میں جھکنے لگی ۔ اور پھر حسرت بھری نگاہوں سے کائنات کو دیکھتا ہوا تاریکیوں میں جا چھپا ۔

یقظان اسوقت بہت زیادہ مایوس تھا ۔ اسکو حیرت تھی ۔ کہ چھوٹے چھوٹے تاروں نے اور پھر چاندنے جس تاریکی کو شکست دی تھی اور صبح کے وقت جس تاریکی کو آفتاب کی کرنوں نے نیزوں اور برچھیوں سے زمین کے گوشہ گوشہ سے نکال باہر کیا تھا ۔ اس وقت اسی تاریکی کے سامنے وہ اس طرح مغلوب ہوگیا ۔ وہ حیران تھا کہ تاریکی کی قوت کو زیادہ کھے یا نور کی طاقت کو ۔ آفتاب کو معبود مانے یا رات کی اندھیری کو ۔ آخر اس نے ایک آخری فیصلہ کیا ۔

انی لا احب الآفلین جو نور یا اندھیری سے شکست کہا جائے کبھی نمودار ہو کر قوت کا مظاہرہ کرے اور کبھی بے کس اور بے بس ہو کر اپنے مفتوح کے سامنے ہتھیار ڈالدے جو غروب و زوال کی توہین آمیز گردشوں کے چکر میں پھنسا ہوا ہو ۔ وہ کسی طرح بھی اس قابل نہیں کہ اسکے سامنے عبادت اور نیاز کی گردن جھکائی جائے

لیکن اس تمام بار بار کے مغالطہ اور بار بار کی توبہ کے بعد بھی اصل سوال کا حل نہ ہوسکا وہ بدستور باقی رہا ۔ کہ اس تمام کائنات کا خالق کون ہے ۔

لیکن اس تمام کاوش کے سلسلہ میں ایک اصولی حقیقت اوسپر اور بھی منکشف ہوگئی تھی ۔ اس لئے

یہ دیکھا کہ جس کی طاقت زیادہ ہے اوسی کے دیکھنے میں دشواری ہوتی ہے۔ دریا۔ پہاڑ۔ پھول یا غنچہ کو گھنٹوں دیکھتے رہو کچھ بھی تکلیف نہیں محسوس ہوتی۔ چاند کو دیکھنے سے نگاہوں میں کسی قدر تھکاوٹ پیدا ہوتی ہے لیکن آفتاب جسکی طاقت ان سب سے بالا ہے اوسکو ایک سیکنڈ بھی نہیں دیکھا جا سکتا اب اسکے ذہن رسا نے فیصلہ کیا کہ جو طاقت ان تمام کی خالق ہے لامحالہ اسکا دیکھنا ناممکن ہے چنانچہ وہ تمنائے دیدار سے بے نیاز ہوکر اس فیصلہ پر مجبور ہوا۔

انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین (ترجمہ) میں نے اپنا رخ اس ذات اور اس بے پناہ طاقت بلکہ سراسر طاقت کی طرف پھیر لیا۔ جس نے سارے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ میں اسی طرف متوجہ ہوں۔ کسی کو اسکا شریک نہیں گردانتا۔" (باقی)

المختار للفتوے

باب الانجاس وتطهیرها

النجاسة غلیظة وخفیفة فالمانع من الغلیظة ان یزید علی قدر الدرهم مساحة ان کان مائعا ووزنا ان کان کثیفا۔ والمانع من الخفیفة ان یبلغ ربع الثوب۔ وکل ما یخرج من بدن الانسان موجب للتطهیر۔ فنجاسة غلیظة وکذلک الروث والاخثاء وبول الفارة والصغیر اکل او لم یاکل والمنی نجس یغسل رطبه ویفرک یابسه۔ واذا اصاب الخف نجاسة لها جرم کالروث فجف فدلکه بالارض جاز

ناپاکیوں اور ان کی پاکی کا بیان | نجاستہ کی دو قسمیں ہیں) غلیظہ (گاڑھی) اور خفیفہ (ہلکی) (ان دونوں کی شرح حاشیہ میں دیکھیے) اگر نجاستہ غلیظہ۔ رقیق اور بہنے والی ہو تو۔ ایک درہم کے پھیلاؤ سے زیادہ ہو۔ اور اگر گاڑھی یعنی منجمد ہو تو ایکدرہم کے وزن سے زیادہ ہونا۔ نماز کے لئے مانع ہے۔ (اگر اس مقدار سے زیادہ کپڑے پر لگی ہوگی تو نماز نہ ہوگی۔ اور نجاستہ خفیفہ (ہلکی ناپاکی) میں۔ کپڑے کے چوتھائی حصہ پر ناپاکی کا لگ جانا نماز سے مانع ہے

نجاستہ غلیظہ کون کون سی چیزیں ہیں | ہر وہ چیز جو انسان کے بدن سے خارج ہو (اور) پاکی (یعنی وضو یا غسل) کو واجب کردے۔ وہ نجاستہ غلیظہ ہے۔ اسی طرح۔ لید۔ گوبر۔ چوہے کا پیشاب۔ چھوٹے بچے کا پیشاب (خواہ) غذا کھاتا ہو یا نہ کھاتا ہو۔ (نجاستہ غلیظہ ہے) منی ناپاک ہے۔ (لیکن پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ) اگر تر ہو تو اُس کو دھویا جائے۔ اور خشک ہو تو رگڑ دی جائے۔ جب چمڑے کے موزے پر (یا جوتے پر لید جیسی کوئی جرم دار ناپاکی لگ گئی ہو پھر سوکھ گئی۔ پھر اسکو زمین سے رگڑ دیا (تو اُس سے) نماز جائز۔

ؔ نجاستہ کی چند صورتیں ہونگی (۱) پتلی یعنی بہنے والی (۲) گاڑی یعنی منجمد جیسے گوبر وغیرہ (۳) ذی جرم یعنی کپڑے وغیرہ پر لگنے کے بعد اُس کا وجود الگ نمایاں ہو جیسے گوبر یا پاخانہ (۴) غیر ذی جرم۔ یعنی کپڑے پر لگنے کے بعد اس کا وجود الگ نہ رہے۔ بلکہ کپڑے میں جذب ہو جائے۔ جیسے پیشاب۔ پھر مسئلہ کے لحاظ سے ان چاروں صورتوں کی ناپاکی کی دو قسمیں ہیں۔ یعنی غلیظہ گاڑھی اور زیادہ ناپاک۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر رقیق اور پتلی ہو تو لمبائی چوڑائی میں یکدرہم کے طول وعرض کا اعتبار ہوگا جسکی مقدار ہتھیلی کے گڑھے کی برابر ہوتی ہے۔ اگر اتنے طول وعرض سے زیادہ میں ناپاکی ہے تب تو اس کپڑے سے نماز درست نہیں ورنہ درست ہو سکتی ہے۔ اور اگر ناپاکی ذی جرم اور کثیف ہو جیسے گوبر وغیرہ تو درہم کے وزن کا اعتبار ہوتا ہے یعنی درہم کے وزن کی برابر معاف اُس سے زیادہ اگر کپڑے پر لگی ہو تو اس سے نماز درست نہیں درہم کا وزن تقریبا ساڑھے تین ماشہ ہوتا ہے۔ اور معاف ہونیکا مطلب یہ ہے اگر غلطی سے لگی رہ گئی یا پاک کرنیکا موقعہ نہیں ملا تو نماز ہو جائیگی اور اگر قصداً لگا رہنے دیا تو نماز مکروہ ہے ۱۲ منہ کرتے اور اچکن وغیرہ میں آستین۔ دامن اور کلی کو

۱۱ محرم ۱۹۶۰ء

والرطب وما لا جرم له كالخمر لا يجوز فيه الا الغسل - والسيف والمرآة يكتفى بمسحهما واذا اصابت الارض نجاسة فذهب اثرها جازت الصلوة عليها دون التيمم وبول ما يوكل لحمه وبول الفرس ودم السمك ولعاب البغل والحمار وخرء ما لا يوكل لحمه من الطيور نجاسة مخففة وخرء ما يوكل لحمه من الطيور طاهر الا الدجاج والبط فنجاستهما مغلظة، واذا انتضح عليه البول مثل رؤس الابر فليس بشئ - ويجوز زوال النجاسة بالماء وبكل مائع طاهر كالخل وماء الورد فان كان لها عين مرئية فطهارتها زوالها - ولا يضر بقاء اثر يشق زواله - وما ليس بمرئية فطهارتها ان يغلب على الظن طهارته - ويقدر بالثلاث او بالسبع قطعا للوسوسة وكذلك فى الاستنجاء - ولا بد من العصر فى كل مرة -

---

وہ پلیدی جو گیلی ہو - اور وہ پلیدی جس کا کوئی جرم نہ ہو - مثلاً شراب ان میں صرف دھونا ہی جائز ہوگا - اور تلوار اور آئینہ سے ان دونوں قسم کی ناپاکیوں کا صاف کر دینا ہی کافی مانا جاتا ہے -

جب زمین پر ناپاکی پڑ جائے تو ناپاکی کا اثر جاتے رہنے سے اسپر نماز پڑھنا تو درست ہو جائیگا (مگر) اس سے تیمم کرنا درست نہ ہوگا - اُن جانوروں کا پیشاب جنکا گوشت کھایا جاتا ہے - گھوڑے کا پیشاب مچھلی کا خون - خچر اور گدھے کا لعاب - اور جن پرندوں کا گوشت نہیں کھایا جاتا انکی بیٹ - نجاست خفیفہ ہے - جن پرندوں کا گوشت کھایا جاتا ہے اُنکی بیٹ پاک ہے - مگر مرغی اور بط کی بیٹ کی ناپاکی غلیظہ ہے -

مسئلہ - جب سوئی کے ناکے کی برابر پیشاب کی چھینٹیں پڑ جائیں تو وہ بے حقیقت ہیں (کپڑا ناپاک نہیں) پانی سے یا سرکہ یا عرق گلاب جیسی ہر بہنے والی پاک چیز سے ناپاکی کا چھوٹ جانا درست سمجھا جاتا ہے پھر اگر ناپاکی کا ایسا وجود ہو جو (علیحدہ نظر آتا ہو جیسے گوبر یا پاخانہ) تو پانی وغیرہ کے ذریعہ سے اس کا چھوٹ جانا ہی اس شے کی پاکی مانی جائے گی - اور کسی ایسے اثر کا باقی رہنا کچھ مضر نہیں جس کا زوال مشکل ہو -

اور جو ناپاکی نظر نہیں آتی - (جیسے پیشاب جو کپڑے پر لگ گیا ہو اس کا وجود کپڑے سے علیحدہ نہیں ہوتا) تو اس کی پاکی یہ ہے کہ اس کپڑے کے پاک ہو جانے کا غالب گمان ہو جائے - اور اُس کی مقدار تین مرتبہ پانی کی ہے - یا ساتھ مرتبہ تاکہ وسوسہ اور وہم ختم ہو جائے - یہی صورت استنجے میں بھی ہے - ہر مرتبہ (پانی ڈالنے کے بعد) نچوڑنا ضروری -

جمعیۃ علماء صوبہ آگرہ اور مسلمانانِ صوبہ

کیا آپ مدد نہ فرمائینگے؟

عام ہندوستانیوں کو اپنی فاقہ مستی اور تباہ حالی کا احساس دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ روٹی اور بھوک کے نام پر ہندوستان میں انقلابی جذبات نہایت سرعت سے ترقی کر رہے ہیں انقلاب کے راستہ میں روکاوٹ پیدا کرنا نہ دانشمندی ہے اور نہ فائدہ بخش۔

قانون فطرت یہی اعلان کر رہا ہے۔

ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین ونمکن لھم فی الارض

ہم بھی چاہتے ہیں کہ ان پر احسان کریں جو ملک میں کمزور بنا دیئے گئے۔ اور انہیں کو مقتدا اور علماء بنا دیں اور انہیں وارث ملک کر دیں۔ اور انہیں کو ملک میں جما دیں

تحفظ مذہب اگر فریضہ علماء ہے تو علماء ہند کا سب سے پہلا فرض ہے کہ عام مسلمانوں کی امداد اور قوت کے ساتھ انقلاب کے میدان میں اپنا جھنڈا سب سے اونچا لہرائیں۔ ورنہ دیگر ممالک کی تاریخ نے دنیا کو یہ سبق دیا ہے کہ الحاد اور زندقہ کی لائنوں پر چلنے والا انقلاب اگرچہ عام آسودگی اور خوشحالی پیدا کر دیتا ہے مگر مذہب کو فنا کر دیتا ہے۔

خداوند عالم نے علماء ہند کو مخصوص فراست عطا فرمائی ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمانان ہند کی مذہبی حالت تمام دنیا سے بہتر ہے۔ اس دور انقلاب میں بھی انہوں نے انتہائی فراست کا ثبوت دیتے ہوئے نہایت مبارک اقدام کیا ہے۔

جمعیۃ علماء ہند کے دستور اساسی میں ترمیم کر کے عام مسلمانوں سے دستوری ارتباط اور وابستگی کا راستہ صاف کر دیا۔ ۲ آنہ والی ممبری عام کر کے مرکزی جمعیۃ علماء کے ماتحت تمام جمعیتوں میں عام مسلمانوں کے لئے کام کرنے اور ترقی کرنیکا موقع فراہم کر دیا ہے۔ لہٰذا تمام مسلمانان ہند اور بہی خواہان ملت سے عموماً اور باشندگان صوبہ آگرہ سے خصوصاً استدعا ہے کہ وہ زائد سے زائد مسلمانوں کو جمعیۃ علماء کے ۲ آنے والا ممبر بنا کر تنظیم ملت کے فریضہ کو ادا کریں۔

جمعیۃ علماء صوبہ آگرہ نے فارم ممبری کافی تعداد میں طبع کرائے ہیں۔ آپ اپنی ضرورت کے بموجب محصولڈاک اور فی پچاس فارم ارسال فرما کر فارم ممبری منگوا لیجئے اور اپنے ہاں زیادہ سے زیادہ ممبر بنائیے۔ مگر یہ ضرور یاد رکھیئے کہ

فیس ممبری میں سے آپکو دو ثلث خرچ کرنیکا حق ہوگا باقی ایک جو تہائی آپ صوبہ کو بھیجدیں اور قاعدہ کا پورا احترام کریں۔

تاریخ اسلام اور دینیات کی کتابیں

ایک روپیہ کا مال بارہ آنہ میں

کتاب	قیمت
کیمیائے سعادت	۴ر
نشر الطیب	عہ
الاسلام	۵ر
العقل والنقل	۱۰ر
الاقتصاد فی الضاد	۲ر
ارشاد مرشد	۱ر
حکایات صحابہ	۱۲ر
اسرار قرآنی	۶ر
اغلاط العوام	۱ر
اصلاح ترجمہ دہلویہ	۲ر
اخبار بینی	۱۰ر
ارشاد الملوک	۵ر
احکام التجلی	۴ر
اتمام النعم	۱۰ر
آداب معاشرت	۲ر
احتفاظ الوفور	۳ر
الاعجوبہ	۹ر
انتصار الاسلام	۶ر
آداب المساجد	۳ر
آداب السفر	۲ر
ارشاد النبی	۱۰ر
جوامع الکلم	۱۰ر
چہل حدیث	۳ر
رحمت رضوان	
حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ کے حالات	لـر
تنویر السراج فی لیلۃ المعراج	۸ر
تزکیۃ الخواطر	
سیرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم	۱۰ر

کتاب	قیمت
الحیلۃ الناجزہ	عمر
مفید الوارثین مکمل (اردو)	عہ
الجواب المتین باحادیث سید المرسلین	۵ر
الصالحات یعنی نیک بیبیاں یعنی چار رسالوں کا مجموعہ مرضیۃ الرسول۔ زوجہ طاہرہ عائشہ صدیقہ۔ لضعفۃ الرسول	۵ر
التصویر لاحکام التصویر	۱۲ر
البدائع المفیدہ فی حکم الصنائع الجدیدہ یعنی آلات جدید۔ تار، وائرلیس وغیرہ کے احکام	۸ر
حیوۃ المسلمین	۱۲ر
مسیح موعود کی پہچان	۳ر
التصریح بما تواتر فی نزول المسیح (عربی)	۴ر
مولوی معنوی	۵ر
حیات خضر	۵ر
علم الاولین	۱ر
خواب شیریں	۱ر
درس عبرت	۱ر
رفع التضاد عن احکام الضاد	لـر
نقطی فوٹو گراف وانحکشن	۱ر
خط اور ٹیلیفون وغیرہ کے احکام	۱ر
شب برات کے فضائل واحکام	۱ر
فتاوی میلاد شریف	۱ر
حق السماع	۴ر
الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد	۴ر
اوثق العری فی حکم الجمعۃ فی القری	۱۰ر

کتاب	قیمت
سبیل الرشاد	۳ر
ہدایۃ المعتدی فی قراءت المقتدی	۳ر
دعاوی مرزا	۱ر
جمال القرآن	۳ر
تاریخ ہندوستان مکمل	عہ
تاریخ طبری کامل مجلد	صر
آئینہ حقیقت نما جلد اول	عاً
مقدمہ تاریخ ہند	عہ
الخطاب مولانا اکبر شاہ خاں صاحب	۱۲ر
تاریخ حبیب اللہ	۱۲ر
وعظ بے نظیر	۱۲ر
ترجمہ مجربات دیربی (عملیات)	عہ
تاریخ الخلائق	عہ
حج بیت اللہ	۳ر
باطل شکن	۴ر
لا الٰہ الا اللہ	۵ر
اصلاح الرسوم	۸ر
اخوان الصفا کامل	عہ
احسن المسائل	عہ
اکسیر اعظم	[illegible]
الغلیلہ (اردو)	عہ
اسرار قرآنی	۱ر
اشعۃ اللمعات	[illegible]
بلاغ المبین	عاً
نصیحۃ الشیعہ مکمل	عاً

ہر علم وفن کی - اردو فارسی عربی کتابیں ارزاں ملنے کا پتہ
کتب خانہ فخریہ شاہی کمپنی امروہیہ گیٹ (مراد آباد)

دار التالیف و اشاعت مراد آباد کی مطبوعات

النور الفائز علی علم الفرائض مولفہ سیدنا حضرت علامہ مولانا انور شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند۔ علم فرائض کے اصول کے متعلق بہترین فارسی نظم ہے جسکے یاد کرلینے پر علماء و طلبہ کے لئے علم فرائض بالکل سہل ہو جاتا ہے۔ قیمت ۲ر

اربعین یعنی تصویر اسلام مؤلفہ حضرت علامہ سید فخر الدین احمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد۔ یہ کتاب تقریباً ڈھائی سو احادیث مقدسہ اور چالیس آیات کریمہ پر مشتمل ہے۔ ان احادیث و آیات سے اسلام کی تمام اخلاقی، اعتقادی اور ایمانی تعلیمات کا نقشہ عام فہم اور سلیس پیرایہ میں کھینچ دیا گیا ہے ہر مسلمان کو اسکا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ قیمت صرف ۶ر

اسلامی تعلیمات کا تبلیغی مرقع از مولانا سید محمد میاں صاحب یہ ایک خوبصورت نقشہ ہے جو اربعین کی طرح تمام اسلامی تعلیمات پر مشتمل ہے ۱۱۸ قرآن پاک کی آیات اور تقریباً دو سو احادیث صحیحہ کو حوالہ کتب و صفحات کے ساتھ ایک نقشہ میں جمع کردیا گیا ہے۔ دیوار پر چسپاں کردیجئے گویا ہر وقت واعظ آپکے سامنے رہیگا۔ بقول حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند دریا کو کوزہ میں بھر دیا گیا ہے ہر مسلمان کے گھر میں اس کا رہنا ضروری ہے اور حسب الارشاد حضرت مولانا اعزاز علی صاحب ہر مسجد کے امام صاحب کو اس کا ایک حصہ حاضرین جماعت کو سنا دینا چاہیے۔ قیمت ۲ر ۔ ۲ر کے ٹکٹ آنے پر ارسال کیا جاسکتا ہے

ایضاح الادلہ

مولفہ سیدنا شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب۔ احناف کی جانب اہلحدیث کے اعتراضات کے متعلق علمی موتیوں کا بےنظیر خزانہ ہے۔ الہامی فوائد کا قیمتی ذخیرہ ہے حضرت مؤلف کا مشہور علم و فضل مضامین کے حسن و خوبی اور استناد کے لئے اعلیٰ شاہد ہے۔ قیمت عمدہ کاغذ عہ معمولی کاغذ عہ

اسلامی تاریخ کی پہلی کتاب عرف ہمارے پیغمبر مع عقائد و احکام اسلام۔ مولفہ مولانا محمد میاں صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت۔ کلمہ طیبہ کی تشریح اور تفسیر اور عقائد و احکام۔ اسلام کی تعلیم کے متعلق یہ بےنظیر کتاب ہے بچوں اور عورتوں کے لئے بہت زیادہ مفید نہایت خوبصورت جہاں پہنچی ہے داخل درس کی جاتی ہے جلی قلم میں طبع کرائی گئی ہے۔ صفحات ۹۶ قیمت ۳ر

اصلاح الرسوم مؤلفہ حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے، ہر ایک مسلمان کے لئے اس کا مطالعہ بہت مفید اور بہت ضروری ہے عمل و خیال کی اصلاح کے لئے بہترین کتاب ہے بعض بعض الفاظ کے اغلاق کی شکایت تھی کتب خانہ فخریہ نے اسکو حل لغات و حاشیہ کے ساتھ طبع کرایا ہے۔ صفحات

مقاصد رسالہ

الف: سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور بالخصوص اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک اور مستند حالات پیش کر کے مسلمانوں کی مذہبی سیاسی اور اقتصادی یعنی مالی صنعتی اور تجارتی اصلاح: (ب) تاریخ عالم اور اقوام دنیا کے عروج و زوال کے فلسفہ اور وجوہات پر بحث کر کے مسلمانوں میں جذبات ترقی و عروج پیدا کرنا۔

(ج) عربی طلبہ میں عربی زبان کا مذاق پیدا کرنا:

(د) ہندوستان و حجاز میں صحافتی رابطہ قائم کرنا:

علماء کرام اور طلبہ کو مژدہ!

عربی زبان میں مضمون نگاری کی ضرورت کا احساس عرصہ سے کیا جاتا ہے: رسالہ قائد نے بنام خدا اس ضرورت کے پورا کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ چنانچہ کم از کم دو ورق اس مقصد کے لئے خاص رہیں گے۔ جن میں عربی مضامین اور عربی اشعار ہوں گے۔ حضرت علامۃ الحاج مولانا محمد اعزاز علی صاحب اور ادیب عرب حضرت مولینا عبد الحق صاحب مدنی مدیر جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد اس حصہ کی خصوصیت سے سرپرستی فرمائینگے

انصاری گھٹی

بچوں کو تندرست بناتی ہے ان کے تمام امراض کا لاثانی علاج ہے۔ تمام گھٹیوں سے زیادہ مفید اور ارزاں ——!!

قیمت فی شیشی صرف ۴ر

انصاری دواخانہ: فیصل خانہ مراد آباد

عکس ارشادات مبارکہ

سیدنا شیخ الاسلام مجاہد جلیل حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب "مدنی دام ظلہم" سرپرست رسالہ قائد

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

میں نے رسالہ قائد کے بعض بعض مضامین دیکھے مجھے
یہ بھی ہے اسکے کارکنوں سے واقف ہوں وہ سب کے سب ماشاء اللہ
ماہرین علم و فضل اور صحیح الخیال مخلص اور اہل کمال
افراد ہیں۔ انمیں بہت سے حضرات کی خدمات علمیہ اور
ملیہ میں عالی ہمتی کے ساتھ بہت سی قربانیاں بھی
دی ہیں مجھکو قوی امید ہے کہ قوم مسلم اور تمام ہندوستانیوں
کیلئے ان حضرات و اس رسالہ کی رہنمائی نہایت صحیح
اور بہت زیادہ مفید اور کارآمد ہوگی۔ میں تمام ہندوستانیوں
اور بالخصوص مسلمانوں سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس رسالہ
کی ہمت افزائی کریں اور اسکی خدمت میں بیش از بیش
حصہ لیکر اپنے فرائض سے سبکدوشی حاصل کریں۔ میری دعا ہے
کہ اللہ تعالیٰ اسکو رشد و ہدایت توفیق عمل اور توفیق اصلاح
اور قوم مسلم کیلئے ذریعہ نجات بنائے آمین۔ وباللہ التوفیق

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۱۶ ربیع الاول ۱۳۵۰

ترسیل رقوم کا پتہ

(مولوی حکیم) انظار احمد فیصل خانہ "مراد آباد"

(مولانا سید) محمد میاں پرنٹر و پبلشر نے شاہی برقی پریس میں چھپوا کر شائع کیا

مستقل عنوانات

جن کے ماتحت مستند اور دلچسپ مضامین ہر رسالہ میں آتے رہیں گے

(۱) تعلیمات قرآن و احادیث

(۲) ترجمہ تفسیر ابن کثیر"

(۳) سیرت مقدسہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

(۴) تاریخ عالم"

(۵) سیرت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

(۶) سیرت اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

(۷) تاریخ اسلام"

(۸) فقہیات یعنی دینی مسائل کے سلسلہ میں حضرت علامہ ابو الفضل مجد الدین عبد اللہ موصلی متوفی ۶۸۳ھ کی مشہور مگر نایاب اور قلمی کتاب "المختار للفتوی مع ترجمہ و حاشیہ"

(۹) نادر اور قلمی کتابوں کی اشاعت

(۱۰) سیاسیات مسلم"

(۱۱) اقتصادیات مسلم"

(۱۲) سیاسیات حاضرہ

(۱۳) سیاسی روزنامچہ"

(۱۴) فلسفہ ایمان"

(۱۵) علمی اور اصلاحی افسانے

(۱۶) ادبیات..

(۱۷) زنات العرب یعنی تازہ بتازہ عربی اشعار اور مضامین"

واللہ الموفق والمعین

تصدیق کے لئے نمونہ طلب فرمائیے!

(پتہ صاف تحریر فرمائیے)

معجون تحفہ زرخیز

جملہ امراض کے لئے اکسیر ہو دماغ اور قلب و جگر جملہ اعضاء رئیسہ اور امساک و قوت باہ کے لیے بے نظیر ہے۔ مجربات اطباء کے سینہ بسینہ نسخوں کا انمول موتی ہے

قیمت قسم اول ۱۲ روز خوراک ۲ ہے

قسم دوم ۱۲ روز خوراک ۱ ہے

انصاری دواخانہ فیصل خانہ مراد آباد